﴿... اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ — جمعہ ۸ اپریل ۱۹۹۴ء ○ ۲۶ شوال ۱۴۱۴ھ — شمارہ ۱۴

القرآن الحکیم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۴﴾

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر اور دعا کے ذریعہ سے (اللہ کی) مدد مانگو۔ اللہ یقیناً صابروں کے ساتھ (ہوتا) ہے۔

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بھائی بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم کے روادار بھی نہیں رہتے۔ اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء و رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اس لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے، ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔

دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش سے مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو۔ جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آ جاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہانتک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے کس قدر گالیاں سنتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ بیرنگ خطوط آتے ہیں جن کا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے۔ ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئی ہیں۔ اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابو جہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ درخت سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی۔ تم دیکھو کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے۔ آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے۔ ان کی گالیاں، ان کی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے۔

اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو بیشک میں ان گالیوں سے ڈر جاتا۔ لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے۔ پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پرواہ کروں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہنچایا ہے ان کو یا مجھے؟ ان کی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے۔ اگر یہ گالیاں روک پیدا کر سکتی ہیں تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی۔ یہ لوگ ان میں سے ہی آئے ہیں یا کہیں اور سے؟ انہوں نے مجھ پر کفر کے فتوے لگائے لیکن اس کفر کی کیا تاثیر ہوئی؟ جماعت بڑھی۔ اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلایا گیا ہوتا تو ضرور تھا کہ اس فتویٰ کا اثر ہوتا اور میری راہ میں وہ فتویٰ کفر بڑی بھاری روک پیدا کر دیتا۔ لیکن جو بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو انسان کا مقدر نہیں ہے کہ اسے پامال کر سکے۔ جو کچھ منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں پہچان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے۔

میں کھول کر کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں ایک عظیم الشان دریا کے سامنے جو اپنے پورے زور سے آ رہا ہے اپنا ہاتھ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس سے رک جاوے، مگر اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ رک نہیں سکتا۔ یہ ان گالیوں سے روکنا چاہتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ کبھی نہیں رکے گا۔ کیا شریف آدمیوں کا کام ہے کہ گالیاں دے۔ میں ان مسلمانوں پر افسوس کرتا ہوں کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں جو ایسی بیباکی سے زبان کھولتے ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی گندی گالیاں میں نے تو کبھی کسی چوڑھے چمار سے بھی نہیں سنی ہیں جو ان مسلمان کہلانے والوں سے سنی ہیں۔ ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے اور ان پر رحم کرے۔ آمین۔ ایسی گالیاں دینے والے خواہ ایک کروڑ ہوں۔ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

(ملفوظات جلد چہارم صہ ۱۵۶، ۱۵۸، مطبوعہ ۱۹۹۱ء)

اعلانات نکاح

۱۴ مارچ کو نماز عید اور خطبہ عیدالفطر کے بعد اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل دو نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

پہلا اعلان نکاح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بھتیجی عزیزہ امتہ العلیم عطیہ صاحبہ بنت مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کا تھا جو مکرم عبدالعلیم مہتہ صاحب ابن مکرم عبدالباسط مہتہ صاحب ساکن کراچی کے ساتھ مبلغ ایک لاکھ روپے حق مہر پر طے پایا۔

عزیزہ امتہ العلیم عطیہ کی والدہ محترمہ صبیحہ بیگم صاحبہ، حضرت مرزا بشیراحمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی اور سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ مرحومہ حضرت آصفہ بیگم صاحبہ کی ہمشیرہ ہیں اور مکرم عبدالعلیم مہتہ صاحب کے والد مکرم عبدالباسط مہتہ صاحب، حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔

دوسرا اعلان نکاح عزیزہ مبارکہ خان صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر مجیب الحق خان صاحب ساکن لندن کا تھا جو مکرم نثار احمد صاحب آرچرڈ ابن مکرم بشیراحمد صاحب آرچرڈ کے ساتھ مبلغ دس ہزار پونڈ سٹرلنگ حق مہر پر طے پایا۔

نکاح کے موقعہ پر پڑھی جانے والی مسنون آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد اپنے خطبہ نکاح میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان آیات کے بہت وسیع مضامین ہیں۔ پہلی آیت کا ماضی سے تعلق ہے اور آخری آیت کا مستقبل سے ہے اور ان کے بیچ میں جو آیت ہے وہ مومن کا حال سنوارنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ماضی کے اسباق تم سے کیا تقاضا کرتے ہیں اور مستقبل کی ضرورتیں تم سے کیا مطالبہ کرتی ہیں ان سب کا خلاصہ ایک مرکزی آیت میں بیان ہوا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بات صاف ستھری سیدھی کیا کرو۔ جو سچی بات ہو۔ فریب سے پاک ہو۔ کوئی بل اس میں نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے سب بل دور کر دے گا۔ تمہارے اندر جو چھپی ہوئی کجیاں ہیں ان کو وہ استوار کر دے گا۔ درست فرما دے گا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے مضمون پر نہایت لطیف انداز میں روشنی ڈالی اور فرمایا کہ ان آیات میں آغاز سے لے کر انجام تک تمام ادوار سے تعلق رکھنے والی نصیحتیں انسان کو فرمائی گئی ہیں۔

ایجاب و قبول کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان نکاحوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

مختصرات

حضرت امیرالمومنین خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے پروگرام میں شمولیت فرماتے ہیں۔ حضور انور کے ایمان افروز ارشادات سننے اور بار بار سنتے رہنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قارئین الفضل کے علم اور یاد دہانی کی غرض سے "مختصرات" کے عنوان سے چند اشارات پیش خدمت ہیں۔

۱۷ مارچ ۱۹۹۴ء۔ آج کی مجلس میں حضور انور نے غیر مبایعین کے بارہ میں تفصیلی گفتگو فرمائی۔ مسئلہ نبوت اور انجمن کی جانشینی

(بقیہ صفحہ ۱۹ کالم ۴)

اداریہ

دل جیتنے والا ہتھیار

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کرلیتا ہے"۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بہت ہی پر حکمت ہے۔ بظاہر یہ دو سادہ سے جملے ہیں لیکن آپ ان پر غور کیجئے آپ کو ان میں حکمت اور معرفت کا دریا بہتا ہوا نظر آئے گا۔ خصوصاً آپ کا یہ ارشاد کہ "صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کرلیتا ہے" بہت گہرا معرفت کا کلام ہے۔ ظاہری طور پر صبر کا دلوں کے فتح کرنے کے ساتھ کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن در حقیقت اگر آپ قرآن مجید پر غور کریں تو یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ دلوں کو جیتنے کا مضمون دعوت الی اللہ سے تعلق رکھتا ہے اور قرآن مجید نے اسی تسلسل میں اس بات کو بیان فرمایا ہے۔ اور دعوت الی اللہ میں کامیابی کے لئے صبر کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ* وَلاَ تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلاَ السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ* وَمَا يُلَقّٰهَا اِلاَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلاَّ ذُو حَظٍّ عَظِيْمٍ*﴾ (سورة حم السجدة: ۳۴، ۳۶)

یعنی اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو کہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی اور تو برائی کا جواب نہایت نیک سلوک سے دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ اس کے اور تیرے درمیان عداوت پائی جاتی ہے وہ تیرے حسن سلوک کو دیکھ کر ایک گرم جوش دوست بن جائے گا۔ اور (باوجود ظلموں کے سہنے کے) اس (قسم کے سلوک) کی توفیق صرف انہی کو ملتی ہے جو بڑے صبر کرنے والے ہیں اور یا پھر ان کو ملتی ہے جن کو (خدا کی طرف سے نیکی کا) ایک بہت بڑا حصہ ملا ہو۔

دعوت الی اللہ میں صبر کے کئی پہلو ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"ہر نصیحت کا راستہ ایک صبر آزما اور مشکل راستہ ہے۔ جب کوئی شخص کسی کو بلاتا ہے تو اس کے دو طریق ہیں یا تو اس شخص کے ساتھ اس کی دوستی ہے اور یا دشمنی ہے۔ اگر دوستی ہے تو زیادہ نصیحت کرنے کے نتیجہ میں دوستیاں بھی ٹوٹ جایا کرتی ہیں اور دشمنی کا ایک حد تک نتیجہ نکلتا ہے۔ ...... تو پھر "فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم"۔ کا کیا مطلب ہے۔ اس مضمون کو صبر نے کھولا ہے۔ فرمایا کہ شروع میں ایسا ہی ہوگا۔ جب تم نیک کاموں کی طرف بلانا شروع کروگے تو شروع میں قوم کا اسی قسم کا ردعمل ہوگا۔ تمہاری محبتوں کے نتیجہ میں شدید نفرتیں پیدا ہونگی لیکن اگر تم متزلزل نہ ہوئے ...... اگر اپنے قول اور فعل کے حسن پر قائم رہے تو پھر اس صبر کے نتیجہ میں "اذا الذی" والا واقعہ رونما ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو تمہیں ایسا لگے گا جیسے اچانک ہو گیا ہے۔

"اذا الذی" اچانک پن کے علاوہ ایک غیر معمولی واقعہ کی تحسین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کہ دیکھو دیکھو کیسا شاندار نتیجہ نکلنے والا ہے۔ دیکھنا کتنا عظیم الشان انقلاب برپا ہو گیا کہ تمہارے خون کے دشمن جانثار دوست بن گئے"۔

پھر فرمایا:-

"صبر دونوں جگہ ہے۔ یعنی قول میں بھی اور عمل میں بھی۔ جو بات کہنے کی ہے وہ کہتے چلے جانا، یہ ہے قول کا صبر اور جو حسن عمل ہے اس سے پیچھے نہیں ہٹنا۔ آزمائش جتنی بھی سخت ہوتی چلی جائے گا تم نے اپنے اعمال کے حسن کو بدی میں نہیں تبدیل ہونے دینا۔ یہ دو قسم کے صبر تمہیں اختیار کرنے پڑیں گے"۔

(خطبہ جمعہ ۱۸ فروری ۱۹۸۳ء)

قرآن کریم میں سورۃ العصر میں اسی مضمون کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورة العصر: ۴)

کہ زمانے کے خسارے اور نقصان سے محفوظ صرف وہ مومن اور اعمال صالحہ بجالانے والے ہیں جو دوسروں کو حق کے ساتھ اور حق کی تاکید کرتے ہیں اور صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور صبر کے ساتھ کرتے چلے جاتے ہیں یعنی تھک کر اور ماندہ ہو کر حق اور صبر کی نصیحت کو ترک نہیں کر دیتے۔

قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا صلاۃ کے ساتھ گہرا تعلق ہے جیسے فرمایا "استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (البقرہ: ۴۶)۔ صلاۃ سے مراد نماز بھی ہے اور دعا بھی اور درود بھی۔ پس خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر دعوت الی اللہ میں اگر صبر اور صلاۃ کے ساتھ جہاد کیا جائے تو یقیناً ایسا صبر دلوں کو فتح کرنے کا موجب ہوگا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"صبر سے جو عظیم الشان قوت پیدا ہوتی ہے وہ دعا کی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم محض اپنی باتوں پر اور اپنے نیک اعمال پر انحصار نہ کرنا۔ جب ان باتوں پر صبر کروگے پھر بھی تمہیں دکھ دئے جائیں گے اور وہ صبر لازماً دعاؤں میں ڈھلے گا اور وہ دعائیں عظیم الشان نتیجہ پیدا کریں گی ...... پس تبلیغ کا صبر سے گہرا تعلق ہے اور صبر بھی وہ جو دعا پر منتج ہو جائے، دردناک دعاؤں میں تبدیل ہو جائے"۔ (خطبہ جمعہ ۱۸ فروری ۱۹۸۳ء)

اس وقت ساری دنیا میں جماعت احمدیہ دعوت الی اللہ کے عظیم الشان جہاد میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محض اس کی خاطر فتح قلوب کے لئے صبر اور صلاۃ کے ہتھیاروں کے ساتھ کئے جانے والے اس عظیم الشان جہاد میں ہمیں غیر معمولی عظمت والی شاندار فتوحات سے نوازے اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِی مَسْعُودٍ عُقْبَةَ ابْنِ عَمْرٍ الاَنْصَارِی الْبَدْرِیِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ». (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری البدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کے برابر اسے بھی ثواب ملتا ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِي ﷺ قَالَ: «وَالَّذِى نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَو لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ». (رَوَاهُ التِّرمِذِى)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرے گا۔ پھر تم اس سے دعا کروگے۔ لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

گذری ہے شب غم تو سحر دیکھ رہا ہوں — اک جبر مسلسل کا ثمر دیکھ رہا ہوں
کچھ ان کی محبت کی نظر دیکھ رہا ہوں — کچھ اپنی دعاؤں میں اثر دیکھ رہا ہوں
یہ کون ہوا رشک قمر رونق محفل — ہر چہرے کو میں چاند نگر دیکھ رہا ہوں
اے جان تمنا! ہو نظر ایک ادھر بھی — مدت سے تری راہ گذر دیکھ رہا ہوں
مغرب میں ہیں عظمت توحید کے چرچے — جھکتے ہوئے تثلیث کا سر دیکھ رہا ہوں
کونپل سی جو ایک پھوٹی تھی مشرق کی زمیں سے — آج اس کو تناور سا شجر دیکھ رہا ہوں
دنیا کو صداقت کی خبر دیتے رہے جو — میں آج بھی وہ شمس و قمر دیکھ رہا ہوں
کہتے ہیں کہ فیضان خدا بند ہیں یکسر — پر میں تو کھلے فیض کے در دیکھ رہا ہوں
مردان رہ حق کی جوانمردی مسلم — ہر فرد میں چیتے کا جگر دیکھ رہا ہوں
وہ لوگ ستاروں پہ جو ڈالیں گے کمندیں — منزل کو بھی وہ کرلیں گے سر دیکھ رہا ہوں
ہاتھوں میں زر و مال نہیں دامن بھی ہے خالی — آنکھوں میں چھپے لعل و گہر دیکھ رہا ہوں
ڈھائے سے اللہ کا گھر ڈھا نہ سکو گے — ہر دل میں یہاں اللہ کا گھر دیکھ رہا ہوں
انسان بھی انسان کو انسان نہ سمجھا — بےراہروی ہائے بشر دیکھ رہا ہوں
اللہ رے شیخ! تیری طرز خطابت — ہر لفظ نیا زخم جگر دیکھ رہا ہوں
اپنے بھی ہوئے جاتے ہیں کچھ لوگ پرائے — بدلے ہوئے انداز نظر دیکھ رہا ہوں
یا رب! میری کشتی ہے فقط تیرے حوالے — دریائے حوادث میں بھنور دیکھ رہا ہوں
ہے شاخ توکل پہ تیری میرا نشیمن — ہواؤں کو بہت زیر و زبر دیکھ رہا ہوں
دلسوز ہے کتنی یہ اسیروں کی اسیری — دیکھی نہیں جاتی ہے مگر دیکھ رہا ہوں
آنکھوں سے جو بہتے ہیں دم سجدہ وہ نالے — آہوں سے جو اٹھتے ہیں شرر دیکھ رہا ہوں

احسن! یہ خدا ہی کا کرم ہم پہ ہے ورنہ
دنیا کے تو حالات دگر دیکھ رہا ہوں

(سید احسن اسمٰعیل صدیقی)

کیا لفظ "حضور" استعمال کرنے کی سزا موت ہو سکتی ہے

(رشید احمد چوہدری - لندن)

جماعت احمدیہ کے روزنامہ الفضل ربوہ اور ماہنامہ انصاراللہ ربوہ کے مدیران، پبلشر اور پرنٹر صاحبان کے خلاف دو حالیہ مقدمات تھانہ ربوہ میں ڈپٹی کمشنر جھنگ کے حکم سے مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۴ء اور ۲۱ جنوری ۱۹۹۴ء کو زیر دفعہ سی/۲۹۸ تعزیرات پاکستان درج کئے گئے تھے۔ اور ان میں "جرم" یہ لگایا گیا تھا کہ احمدیوں کو مسلمان ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ الفضل اور انصاراللہ کی انتظامیہ کی عبوری ضمانتیں کروائی گئیں۔ مگر ۷ فروری ۱۹۹۴ء کو جب یہ لوگ ضمانتوں کی توثیق کے لئے سیشن جج چنیوٹ جناب سید اختر نقی نقوی کی عدالت میں پہنچے تو سیشن جج نے تمام افراد یعنی مکرم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل، آغا سیف اللہ صاحب پبلشر الفضل، مرزا محمد دین صاحب ناز ایڈیٹر انصاراللہ، چوہدری محمد ابراہیم صاحب پبلشر انصاراللہ اور قاضی منیر احمد صاحب پرنٹر الفضل و انصاراللہ کی ضمانتیں منسوخ کرتے ہوئے نیز دو مزید دفعات بی/۲۹۸ اور سی/۲۹۵ کا اضافہ کر کے گرفتار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

جن وجوہات کی بنا پر ایسا کیا گیا وہ روزنامہ پاکستان کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں:۔

"ملزمان نے روزنامہ الفضل میں خود کو مسلمان بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور پولیس فائل کے ساتھ الفضل کی جو کاپیاں لف ہیں وہاں پر لفظ حضور لکھا ہوا ہے اور اس کے آگے بانی قادیانیت فرقہ مرزا غلام احمد کا نام درج کئے بغیر حضور لکھا گیا ہے۔ جب ایسا لفظ بغیر اضافی اسم کے لکھا جائے گا تو اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ہوگی۔ اس طرح ان افراد نے حضرت محمد مصطفیٰ کے مقدس نام کی اہمیت کو کم کرنے کو کوشش کی ہے۔ اور دفعہ سی/ ۲۹۵ کے مرتکب ہوئے ہیں اور ایک جگہ پر مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا گیا ہے اور اس طرح اس لفظ سے مراد خلفاء راشدین اور صحابہؓ ہیں اس طرح دفعہ بی/ ۲۹۸ کی خلاف ورزی کی گئی ہے"۔

(روزنامہ پاکستان لاہور ۹ فروری ۱۹۹۴ء)

اس طرح عدالت نے جماعت احمدیہ کے ان پانچ افراد کو توہین رسالت کے جرم میں جیل بھجوا دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ عدالت عالیہ کے جج صاحبان حضور کے لفظ کے استعمال سے ناواقف نہیں نیز "رضی اللہ عنہ" کے وسیع ترمعانی بھی ان کے علم میں ہونگے لیکن چونکہ مقدمہ ابھی عدالت عالیہ میں زیر کاروائی ہے اس لئے ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے البتہ ذیل میں لفظ حضور اور رضی اللہ عنہ کے استعمالات کی بعض مثالیں لغت اور چند دیگر کتب کے حوالوں سے پیش کی جارہی ہیں۔ امید ہے کہ قارئین اسے مفید اور دلچسپ پائیں گے۔

لغت کی رو سے لفظ "حضور" کے معنی

"فرہنگ آصفیہ" میں حضور کے لفظ کے تحت مندرجہ ذیل معانی اور تشریح دی گئی ہے:۔

۱ --اسم مذکر، غیبت کا نقیض، حاضری، موجودگی، حاضرباشی۔

۲ -- جناب، حضرت، جناب عالی، خداوند، قبلہ، مخدوم، بندہ۔

۳ -- دربار، مجلس، اجلاس۔

۴ -- روبرو، سامنے، منہ در منہ۔

"فیروز اللغات، اردو" میں حضور

۱ -- موجودگی، حاضری، حاضرباشی۔

۲ --جناب، حضرت، قبلہ (تعظیما)۔

۳ -- دربار، مجلس، اجلاس۔

۴ -- روبرو، سامنے۔

مثال:۔ حضور کا نوکر ہوں بینگن کا نہیں یعنی میں تو حضور کی ہاں میں ہاں ملانا جانتا ہوں۔

"نور اللغات" میں ہے حضور

حاضر ہونا۔ سامنے آنا۔

کلمہ تعظیم مذکر:۔

۱ -- غیبت کا نقیض، حاضری، موجودگی، حاضر باشی۔

۲ -- جناب، حضرت، جناب عالی، خداوند، قبلہ۔

۳ -- دربار، مجلس، اجلاس۔

۴ -- روبرو، سامنے۔

۵ -- اہل لکھنؤ معشوق کو اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں۔

۶ -- عزت کا لقب

"جامع اللغات" میں ہے حضور، مذکر۔

۱ -- موجودگی، حاضری۔

۲ -- بادشاہ اور بڑے افسران کو خطاب کرتے ہیں۔

۳ -- جناب، عالی جناب، قبلہ، خداوند، حضرت۔

۴ -- بادشاہ، یا کسی بڑے افسر کی موجودگی۔

۵ -- دربار، مجلس، راج درشن، اجلاس۔

۶ -- معشوق سے خطاب (لکھنؤ)۔

۷ -- سلطنت، حکومت، گورنمنٹ۔

۸ -- گورنمنٹ کی ملکیت۔

۹ -- دربار کا کمرہ، دیوان خاص یا عام، کچہری۔

۱۰ - (صفت) روبرو، سامنے۔

لفظ حضور کا عام استعمال

الف - ڈاکٹر اقبال نے اپنے کلام میں تاجدار دکن کے لئے حضور کا لفظ استعمال کیا ہے۔

[ملاحظہ کیجئے "باقیات اقبال" ترتیب اول سید عبدالواحد معینی ایم اے آکسن، نیز ترمیم و اضافہ محمد عبداللہ قریشی، شائع شدہ آئینہ ادب، چوک مینار، انار کلی لاہور]

جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ علامہ اقبال نے "رموز بے خودی" کا ایک نسخہ تاجدار دکن کی خدمت میں ارسال کرتے وقت یہ اشعار کہے جن کا عنوان انہوں نے بحضور تاجدار دکن رکھا۔

ب - علماء اہل حدیث نے ملکہ وکٹوریہ کو حضور کہہ کر مخاطب کیا۔

"ایڈریس گروہ مسلمانان اہل حدیث"

"بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن و قیصرہ ہند بارک اللہ فی سلطنتھا ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

۲ - برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہو گا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اٹھتی ہوگی مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے۔ اس اظہار مسرت اور ادائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیشقدم ہے۔

علی الخصوص گروہ اہل حدیث منجملہ اہل اسلام اس اظہار مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاج برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے از انجملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

۳ - وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ "حضور" کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

[دیکھیں حاشیہ اشاعت السنۃ فرقہ اہل حدیث اور گورنمنٹ نمبر ۷ جلد ۹ ۔ ۴۰۵، ۴۰۶]

ج -- پھر یہی فرقہ لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی اپنے ملک کو واپسی پر جو ایڈریس پیش کرتا ہے وہ اشاعۃ السنۃ کے شمارہ ۸ جلد ۹ میں ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:۔

۱ -- ہم ممبران فرقہ اہل حدیث و دیگر فرقہائے اہل اسلام حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقعہ پر کمال ادب و اخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات و مربیانہ عنایت کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلی افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

۲ -- حضور والا کے شاہانہ عنایات و مربیانہ توجہات ابتداء رونق افروزی ہندوستان سے اس عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و تواتر سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر باران رحمت یا موجزن دریا موہبت کہا جائے تو بے جا نہیں ہے۔

۳ -- ملک پنجاب میں حضور والا کا یہ احسان تمام آئندہ نسلوں تک یادگار رہے گا کہ حضور نے یونیورسٹی کا وہ علمی پودہ جو مبارک ہاتھوں سے لگایا تھا ایسا سرسبز و شاداب کیا کہ آج اس کے فوائد تمام اہل پنجاب مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں اور آئندہ ان کو فوائد پہنچنے کی اور بہت زیادہ امیدیں ہیں۔

۴ -- حضور والا نے پنجاب میں معزز جوڈیشنل عہدوں پر دیسیوں کو مامور و معزز فرمایا جن کے حصول کی عزت اس سے پہلے اس صوبہ میں کبھی دیسیوں کو حاصل نہ ہوئی تھی۔

۵ -- پنجاب میں لوکل سلف گورنمنٹ کا اجراء بھی حضور کی معاونت و مشاورت سے ہوا ہے۔

۶ -- پنجاب میں چیفز کالج کا قیام و استحکام کا قرعہ بھی حضور ہی کے نام نامی پر روز ازل میں ڈالا گیا تھا کہ اس کا ظہور "حضور" کے عہد سعادت مہد میں ہی ہوا۔

۷ -- پنجاب میں علمی لائبریری کو "حضور" نے قائم کیا......

۸ -- حضور انے دیسیوں کو اپنی بارگاہ میں اس فیاضی سے دخل دیا کہ وضیع و شریف سب کو یکساں فیضیاب ہونے اور اپنی عرض حاجات کرنے کا یکساں موقع ملتا رہا۔

۹ -- یہ وہ برکات خسروانہ و عنایات شاہانہ حضور ہیں جن سے اس ملک کے تمام باشندے فیضیاب ہو رہے ہیں اور خاص کر اہل اسلام پر "حضور" نے یہ شاہانہ احسان کیا ہے کہ ان کی نازک اور ضعیف حالت پر رحم فرمایا اور انکی ترقی کی دوڑ میں اپنی ہم عصر اقوام سے بہت پیچھے رہی ہوئی دیکھ کر ہمسری اقران کا سامان بہم پہنچا دیا یعنی غریب مسلمان طالب علموں کے لےء اٹھاون وظائف کا حکم اس صوبہ پنجاب میں نافذ کیا ہے یہ احسان اہل اسلام پر ایسا ہوا ہے جو حضور کے کارناموں میں ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی پر یادگار رہے گا۔

۱۰ - یہ احسان "حضور" بھی کچھ کم لائق ذکر و قابل فخر نہیں بلکہ اس ایڈریس میں خصوصیت کے ساتھ واجب الذکر ہے جو "حضور" نے مسلمانوں کے ایک گروہ "اہل حدیث" پر مبذول فرمایا ہے کہ انکی بھی نیت ایک ایسے دلآزار لفظ "وہابی" کے استعمال کو جس سے ان کا وفاداری و جانثاری میں (جو نازک وقتوں پر ظاہر ہو چکی ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک ثابت و مسلم ہے) ناواقفوں کو شبہ ہوتا تھا بمشاورت و استعانت گورنمنٹ ہند مسدود فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کیا۔

۱۱ - ہم اہل اسلام عموماً اور فرقہ اہل حدیث خصوصاً حضور کے ان احسانات مربیانہ و عنایات خسروانہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے

اپنے پر حسرت دل سے افسوس کرتے ہیں کہ ہم بہت جلد حضور کے آئندہ مربیانہ عنایات سے محروم ہونے والے ہیں۔

۱۲ ۔ ہم باشندگان پنجاب خصوصاً اہل اسلام علی الخصوص اہل حدیث کو جس قدر حضور کی مفارقت کا افسوس ہے اسکے پورے اور سچے طور پر اظہار کے لئے ہم کافی الفاظ نہیں پاتے لہٰذا بجائے اس اظہار افسوس کے اس ناچیز ایڈریس کے خاتمہ میں ان کلمات دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ "خداوند عالم حضور فیض گنجور" کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچائے اور پھر بہت جلد "حضور" کو عہدہ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لائے اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے دیدار کے فیض آثار سے منور کرے آمین، ثم آمین"۔

(اشاعۃ السنہ نقل ایڈریس اہل حدیث ۔ ۲۵۳ تا ۲۵۶)

د ۔۔ "حیات امیر شریعت" مصنفہ جانباز مرزا میں بھی انگریز افسروں کو "حضور" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۷ پر ایک سپاسنامہ جس پر ہندوستان کے سجادہ نشینوں اور مولویوں بشمول سید غلام محی الدین خلف الرشید سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کے دستخط ثبت ہیں شائع کیا گیا ہے۔ یہ سپاسنامہ سر مائیکل فرانسس ایڈ وائر، لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے روبرو پیش کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی حاکم ہیں جن کے حکم سے اپریل ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں گولی چلائی گئی تھی۔

بحضور نواب ہز آنر سر مائیکل فرانسس ایڈ وائر جی سی آئی ایس، کے سی ایس آئی، لفٹیننٹ گورنر پنجاب۔

"حضور والا"! ہم خادم الفقراء سجادہ نشینان و علماء مع متعلقین شرکائے حاضر الوقت مغربی حصہ پنجاب نہایت ادب و عجز و انکسار سے یہ ایڈریس لے کر خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ حضور انور جن کی ذات عالی صفات میں قدرت نے دل جوئی، ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے ہم خاکساران باوفا کے اظہار دل کو توجہ سے سماعت فرما کر ہمارے کلاہ فخر کو چار چاند لگا دیں گے۔

سب سے پہلے ہم ایک دفعہ پھر حضور والا کو مبارکباد کہتے ہیں کہ جس عالمگیر اور خوفناک جنگ کا آغاز حضور کے عہد حکومت میں ہوا اس نے حضور ہی کے زمانہ میں بخیر و خوبی انجام پایا اور یہ بابرکت و باحشمت سلطنت جس پر پہلے بھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اب آگے سے زیادہ روشن اور اعلیٰ عظمت کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئی ....۔

حضور کا زمانہ ایک نہایت نازک زمانہ تھا اور پنجاب کی خوش قسمتی تھی کہ اس کی عنان حکومت اس زمانہ میں حضور جیسے صاحب استقلال، بیدار مغز و عالی دماغ حاکم کے مضبوط ہاتھوں میں رہی جس سے نہ صرف اندرونی امن ہی قائم رہا بلکہ "حضور" کی دانشمندانہ رہنمائی میں پنجاب نے اپنا ایثار، وفاداری اور جاں نثاری کا وہ ثبوت دیا جس سے شمشیر سلطنت کا قابل فخر و عزت لقب پایا۔ بھرتی کا معراج، صلیب احمر کی اعجاز نما دست گیری، قیام امن کی تدبیر، تعلیم کی ترقی سب حضور کی بدولت ہمیں حاصل ہوئیں۔ حضور ہی ہیں کہ جنہوں نے ہر موقع و ہر وقت پنجاب کی خدمات و حقوق پر زور دیا۔ صرف جناب والا کو ہی ہماری بہبودی مطلوب نہ تھی بلکہ صلیب احمر نسواں کے نیک کام میں "حضور" کی ہمدم و ہمراز جنابہ لیڈی ریڈ وائر صاحبہ نے جن کو ہم مروت کی زندہ تصویر سمجھتے ہیں ہمارا ہاتھ بٹایا اور ہندوستانی مستورات پر احسان کر کے ثواب دارین حاصل کیا۔ ہماری ادب سے التجا ہے کہ ہمارا دلی شکریہ قبول فرمائیں۔

حضور انور! جس وقت ہم اپنی آزادیوں کی طرف خیال کرتے ہیں جو ہمیں سلطنت برطانیہ کی طفیل حاصل ہوئی ہیں، جب ہم ان دخانی جہازوں کو سطح سمندر پر اٹھکیلیاں کرتے دیکھتے ہیں جن کے طفیل ہمیں اس مہیب جنگ میں امن و امان حاصل رہا جب ہم تار برقی کے کرشموں پر علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور و پشاور جیسے اسلامی کالجوں اور دیگر قومی درسگاہوں پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر جب ہم بے نظیر برطانوی انصاف کو دیکھتے ہیں جس کی حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں تو پھر ہمیں ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دے رہا ہے۔ ....

مسجد شاہی جو فی الاصل قلعہ سے متعلق تھی جو ابتدائی عمل داری سرکار ہی میں واگزار ہوئی تھی، اہالیان لاہور نے اس مقدس جگہ کو ناجائز سیاسی امور کے واسطے استعمال کیا جس پر متولیان مسجد جو خود مفسدہ پردازوں کو روک نہیں سکتے تھے سرکار سے امداد چاہی یہی وجہ تھی کہ سرکار نے ایسا ناجائز استعمال بند کر دیا ہم تہ دل سے مشکور ہیں کہ "حضور والا" نے پھر اس کو واگزار کر دیا ہے۔

سرکار نے حج کے متعلق جو مہربانی کی ہے اس سے ہم نا آشنا نہیں اور مشکور ہیں۔ ہم سچ عرض کرتے ہیں کہ جو برکات ہمیں اس سلطنت کی بدولت حاصل ہوئیں اگر ہمیں عمر خضر بھی نصیب ہو تو بھی ہم ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے لئے سلطنت برطانیہ ابر رحمت کی طرح نازل ہوئی۔

....

ہم وہ احسان کبھی نہیں بھول سکتے کہ جب ترکوں نے ہمارے مشورے کے خلاف کوتاہ اندیشی سے دشمنوں کی رفاقت اختیار کی تو ہمارے شہنشاہ نے ازراہ کرم ہم کو یقین دلایا کہ ہمارے مقدس مقامات کی حرمت میں سرمو فرق نہیں آئے گا۔ اس الطاف خسروانہ نے ہماری وفا میں نئی روح پھونک دی ....

ہم ان احسانوں کو کبھی نہیں بھول سکتے .... یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ جنگ مذہبی اغراض پر مبنی نہ تھی

....

ہم حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ جب حضور وطن کو تشریف لے جائیں تو اس نامور تاجدار ہندوستان کو یقین دلائیں کہ چاہے کیسا ہی انقلاب کیوں نہ ہو ہماری وفاداری میں سرمو کوئی فرق نہ آیا ہے نہ آ سکتا ہے۔ ....

حضور انور! اگرچہ آپ کی مفارقت کا ہمیں کمال رنج ہے۔

سر غم سے کھنچے کیوں نہ سردار ہمارا
لو ہم سے چھٹا جاتا ہے سردار ہمارا

لیکن ساتھ ہی ہماری خوش نصیبی ہے کہ "حضور" کے جانشین سر ایڈورڈ میکلیگن بالقابہم جن کے نام نامی سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے جن کا حسن اخلاق رعایا نوازی میں شہرہ آفاق ہے جو ہمارے لئے حضور کے پورے نعم البدل ہیں۔ ہم ان کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کی خدمت والا میں یقین دلاتے ہیں کہ ہم مثل سابق اپنی عقیدت و وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے۔

حضور اب وطن کو تشریف لے جانے والے ہیں ہم دعا گویاں جناب باری میں دعا کرتے ہیں کہ "حضور" مع لیڈی صاحبہ و جمیع متعلقین مع الخیر اپنے پیارے وطن پہنچیں تا دیر سلامت رہیں اور وہاں جا کر ہم کو دل سے اتار نہ دیں۔

(صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۷)

[ضمناً ہم قارئین کو یہ بھی یاد دلا دیں کہ یہ ان لوگوں کی تحریرات کے نمونے ہیں جو احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش ہیں اور جو جماعت احمدیہ پر انگریزوں کی حکومت کی خوشامد اور انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے ہیں]

س ۔۔ "انوار لاثانی" میں پیر جماعت علی شاہ کے لئے "حضور" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تحریر ہے:۔

"جدنا و مرشدنا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات کو اللہ جل شانہ نے وہ مرتبہ کرامت فرمایا تھا کہ آپ کے مقامات کا صحیح ادراک اور بیان فی الحقیقت ایک مشکل کام ہے کیونکہ کیفیات قلبی اور مشاہدات روحانی کو سمجھنا اور انہیں لفظی جامہ پہنانا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے حضور کی ذات بابرکات کے متعلق تو اتنا عرض کرنا ہی کافی ہے کہ:

"آفتاب آمد دلیل آفتاب"

(انوار لاثانی مصنفہ محمد رفیق ابن محمد اسمٰعیل کھوکھر مطبوعہ حجازی پرنٹنگ پریس لاہور ۔ صفحہ ۳)

س ۔۔ "دیوان فرید" میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق یوں درج ہے:۔

"حضور کے چہرہ اقدس سے عالمانہ تمکنت اور فاضلانہ وقار ٹپکتا پڑتا تھا"۔

(پیش لفظ دیوان فرید از دبیر الملک علامہ مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیز)

ط ۔۔ یہ چند مثالیں میں نے ادب کے ذخیرہ میں سے دی تھیں مگر حقیقت میں اگر غور سے دیکھا جائے تو حضور اور جناب عالی کا لفظ اتنا کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ ہر شخص بالا افسر کو درخواست دیتے وقت ان الفاظ کو اپنی عرضی میں لکھتا ہے۔ اور اخبارات، رسائل اور کتب میں تو یہ لفظ ان گنت استعمال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱ عنوان ہے "پولیس کا فرض"۔

"بھائی صاحب ذرا سنئے تو۔

جی فرمایئے

آپ بتا سکتے ہیں کہ پاکستان کے عوام کو پولیس فورس سے کیا کیا فوائد ہیں؟

ہٹیے جناب۔ مذاق مت کیجئے۔

کیا مطلب؟

عوام کو پولیس فورس سے فائدہ! مذاق ہی ہوا ناں!

حضور آخر عوام ہی کے ٹیکسوں سے پولیس فورس وجود میں آتی ہے۔ ناں:

تو آپ ٹیکسوں کا رعب جمانے لگے ہیں؟

نہیں حضور ایک بات پوچھی تھی۔"

ان تمام مثالوں سے واضح ہے کہ لفظ حضور بغیر کسی اضافی اسم کے صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ ایک عام لفظ ہے جو کسی رتبے میں بڑے کے لئے استعمال ہو سکتا ہے اور ہوتا چلا آیا ہے۔

اصطلاح "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا استعمال

اب آیئے دیکھیں کہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کس طرح استعمال ہوتا آیا ہے۔ اور یہ کہ اس کا استعمال سوائے صحابہؓ کے کسی اور شخصیت کے ساتھ بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

قرآن مجید اور احادیث سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ یہ لفظ صرف خلفاء راشدینؓ اور صحابہؓ کے لئے خاص ہے کیونکہ اگر ان کے لئے خاص ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ہرگز یہ نہ فرماتا:۔

عربی

"جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ نیک ترین مخلوق ہیں ان کا ثواب عند اللہ ایسے باغات ہیں جن میں نہریں بہتی ہونگی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے"۔

(سورہ البینہ: ۹)

اور بھی بہت سے علماء کی طرح مودودی صاحب نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں "اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے"۔ پھر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

"جو شخص خدا سے بے خوف اور اس کے مقابلہ میں جری و بے باک بن کر نہیں رہا بلکہ دنیا میں قدم قدم پر اس بات سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتا رہا کہ کہیں مجھ سے ایسا کوئی کام نہ ہو جائے جو خدا کے ہاں میری پکڑ کا موجب ہو اس کے لئے خدا کے پاس یہ جزا ہے"۔

(تفہیم القرآن جلد ۶ تفسیر سورہ البینہ)

پس ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہ کی اصطلاح خاص خلفاء راشدین کے لئے نہیں بلکہ تمام مومنین پر یہ الفاظ بولنے میں شرعاً کوئی مناہی نہیں ہے۔ ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ اس اصطلاح کا استعمال بزرگان دین، صالحین اور صوفیاء پر کثرت سے ہوا ہے۔

الف ۔۔ کتاب انوار لاثانی جدید ایڈیشن مصنفہ پروفیسر محمد حسین آسی ایم اے اسلامیات اردو میں داتا صاحب کے بارہ میں رضی اللہ عنہ استعمال کیا گیا ہے۔ لکھا ہے "سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد" (صفحہ ۲۷۴)

ب ۔۔ سر سید نے اپنی کتاب خطبات الاحمدیہ میں نومسلم مسٹر برق ہروط کے لئے رضی اللہ عنہ کی اصطلاح کو نہ صرف استعمال کیا بلکہ اس کی تشریح و تائید میں دوسرے محقق کی رائے کا حوالہ دیا۔ چنانچہ ص ۶۱ پر لکھتے ہیں:۔

"بہرحال امر مذکورہ سے نہ تو مشہور اور معروف سیاح مسٹر برق ہروط رضی اللہ تعالیٰ

بقیہ صفحہ ۱۲

خطبہ عید الفطر

اسلام میں دونوں عیدوں کا قربانیوں سے تعلق ہے۔ عید وہ ہے جو قربانیوں کے قبول ہونے کے نشان لے کر آتی ہے۔ سچی عید اپنے رب سے ملاقات کی عید ہے۔

خطبہ عیدالفطر فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بتاریخ ۱۴ مارچ ۱۹۹۴ء مطابق یکم شوال ۱۴۱۴ ہجری قمری/ ۱۴ امان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام اسلام آباد (ٹلفورڈ) برطانیہ

(خطبہ عیدالفطر کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ ہم ایک بہت ہی پر لطف رمضان سے گذر کر اب عید کی خوشیوں میں داخل ہو رہے ہیں یہ عید جسے عیدالفطر کا نام دیا گیا ہے ہندوستان اور پاکستان اور غالباً بنگلہ دیش میں بھی چھوٹی عید کہلاتی ہے اور اس کے مقابل پر عیدالاضحیہ جس کا مطلب ہے قربانیوں کی عید، اسے بڑی عید کہا جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرق کو یوں ظاہر فرمایا ہے کہ حقیقتاً مرتبے اور عظمت کے لحاظ سے یہ عید چھوٹی ہے اور اضحیہ والی عید بڑی ہے۔

آج میں نے سوچا کہ میں آپ کو ان دونوں کے فلسفے سے مطلع کروں اور ان کا فرق آپ پر ظاہر کروں۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان کے ہاں عید کا کوئی نہ کوئی تصور پایا جاتا ہے۔ ابھی یہ امر تحقیق طلب ہے کہ کیا ان سب مذاہب کی عیدیں جو اسلام کے علاوہ ہیں کسی قربانی سے تعلق رکھتی ہیں یا نہیں۔ کسی قربانی کے تصور سے ان کا کوئی جوڑ ہے بھی کہ نہیں۔ لیکن بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن میں قربانی کا کوئی عنصر کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں کسی بڑی بات کی یاد میں، کسی ایسے واقعہ کی یاد میں وہ عیدیں منائی جاتی ہیں جو پہلے گذر چکا اور ضروری نہیں کہ اس کا قربانیوں سے تعلق ہو لیکن اسلام میں بہرحال ان دونوں عیدوں کا قربانیوں سے تعلق ہے۔ قربانیوں سے عیدوں کے دو قسم کے تعلق ممکن ہیں ایک ذاتی قربانی جس میں سے گذر کر انسان ایسی عید منائے جس میں یہ پیغام ملتا ہو کہ گویا تمہاری قربانیاں قبول ہوئیں اور اس قبولیت کے نتیجے میں تم خوشی کا اظہار کرو اور ایک عید وہ ہے جس کا تعلق ازمنہ سابقہ میں کسی بہت بڑی قربانی کے ساتھ ہے اور دراصل ان قربانیوں کی یاد میں عید منائی جاتی ہے۔

عیدالفطر کا پہلی قسم سے تعلق ہے اور عیدالاضحیہ کا دوسری قسم سے تعلق ہے۔ اگرچہ عیدالاضحیہ پر بھی مسلمانوں کی نمائندگی میں ایک حصہ حج کے موقعہ پر اس دور کی یاد کو تازہ کرتا ہے جس کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے عیدالاضحیہ خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ مگر مسلمانوں کا ایک طبقہ ہے جس پر زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ اس قربانی کو زندہ کرنے کا فریضہ عائد فرمایا گیا ہے۔ لیکن باقی سب دنیا تو دراصل ان لوگوں کے تعلق میں عید نہیں مناتی جو حج کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ اور ان سب کی مشترکہ قربانیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ ان قربانیوں سے پھر عظیم ترین قربانیوں کا سلسلہ پھوٹا، عید مناتے ہیں۔

پس بڑی عید کا تعلق دوسروں کی قربانیوں سے ہے اور عظیم تر قربانیوں سے ہے۔ اس لئے اسے بڑی عید کہنا درست ہے لیکن اکثر و بیشتر اس میں ذاتی قربانی شامل نہیں ہوتی۔ ایک عظیم واقعہ کی یاد دلا کر ذاتی قربانی کی تحریص دلائی جاتی ہے۔

جسے ہم چھوٹی عید کہتے ہیں یہ عظمت کے لحاظ سے چھوٹی سہی مگر ہم میں سے ہر وہ شخص جو توفیق رکھتا ہے اس کے لئے ذاتی قربانیوں میں سے گذرنے کے بعد یہ عید آتی ہے اور جو ذاتی قربانیوں سے نہ گذر سکے وہ بھی فدیہ کے ذریعے کچھ حصہ لے لیتا ہے۔ گویا کہ تمام امت مشترکہ طور پر کسی نہ کسی رنگ میں قربانیوں کا مزہ چکھتی ہے اور وہ لوگ جو روزے نہیں بھی رکھ سکتے وہ بھی پہلے سے بہت بڑھ کر اپنی راتوں کو جگاتے ہیں اور دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور قرآن کریم کی پہلے سے بہت بڑھ کر تلاوت کرتے ہیں۔ پس ذاتی قربانی کے عنصر سے کوئی بھی خالی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی رمضان کے دنوں میں بیدار ہو جاتے ہیں، اپنے ماں باپ سے ضد کر کر کے مطالبے کرتے ہیں کہ ہمیں بھی روزے کے وقت اٹھانا اور اگر نہ اٹھایا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ اٹھایا جائے تو نیند سے برا حال، آنکھیں ملتے، بڑی مشکل سے میز پر بیٹھتے ہیں لیکن بہرحال شوق ضرور پورا کرتے ہیں اور ان کی یہ معصوم قربانیاں بھی امت کی اجتماعی قربانیوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

پس چھوٹی عید کا تعلق خواہ اسے آپ چھوٹی قربانی سمجھیں، امت محمدیہ کے ہر فرد سے ہے اور اس قسم کی عید کا کوئی تصور ابھی تک میرے علم میں نہیں کہ غیر مذاہب میں بھی پایا جاتا ہو۔ بہرحال تحقیق طلب امر ہے۔ میں بنیادی طور پر اصولاً یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تمام مذاہب حقہ میں عید کا تصور ہونا چاہئے اور اس کا کوئی نہ کوئی تعلق کسی قربانی سے ہونا چاہئے مگر جس شان کے ساتھ عیدالفطر کے موقع پر یہ تعلق باندھا گیا ہے اور قائم فرمایا گیا ہے اس کی اور کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔ ہم میں سے وہ جو روزے رکھنے کی توفیق پا گئے اور وہ بھی جو روزے رکھنے کی توفیق نہ پا سکے لیکن اس وجہ سے غمگین رہے، اس محرومی کے احساس سے ان کا دل کٹتا رہا کہ کاش ہم بھی یہ توفیق پاتے اور وہ بھی جنہیں اس محرومی کے احساس کی توفیق بھی نہیں ملی لیکن کبھی کبھی دل میں کسک تو پیدا ہوتی ہوگی اللہ ان سب کو اس عید کی خوشیوں میں شامل فرمائے ان معصوم بچوں کو بھی جنہوں نے یہ عید اپنے رنگ میں، اپنی عمر کے تقاضوں کے پیش نظر کسی نہ کسی رنگ میں کمائی ہے۔ عید کمانا اس لئے کہ جو عید قربانیوں کے بعد آتی ہے وہ ایک رنگ میں کمائی جاتی ہے اور وہ لوگ جو اس کمائی میں شامل نہیں ہوتے اسی حد تک ان کی لذت کم ہو جاتی ہے۔ وہ کپڑے تو اچھے پہن لیتے ہیں۔ خوشبوئیں بھی لگاتے ہیں۔ اچھے کھانے بھی کھاتے ہیں، لیکن دل میں ایک احساس سارہ جاتا ہے کسی کمی کا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم شامل تو ہیں مگر وہ بات نہیں جیسی ان لوگوں کی بات ہے جنہوں نے مہینہ بھر محنت کی ہے، دعائیں مانگی ہیں، عبادت کے حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور جسمانی تکلیفوں سے بھی گذر کر اللہ تعالیٰ کی رضا کمانے کی کوشش کی ہے۔ پس یہ عید دراصل اس بات کا پیغام ہے کہ تمہاری قربانیاں قبول ہوئیں اور اب تم فطر کے دور میں داخل ہو رہے ہو۔

افطار کا مضمون آپ سب سمجھتے ہیں ہر روز افطاری کرتے تھے اور افطاری کی طرف نگاہیں بعض دفعہ لگی رہتی تھیں کہ کب افطاری ہو۔ بعض دفعہ بہت کمزوری ہو جاتی ہے لوگوں کو۔ کہتے ہیں افطاری ہو تو کچھ جان میں جان آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مہینہ روزوں کا شمار کر کے اس عید کو افطار کے دور کے آغاز میں رکھ دیا۔ ایک پہلو سے مہینے کے آخر پر ہے اور ایک پہلو سے اگلے مہینوں کے آغاز میں ہے یعنی مراد یہ ہے کہ پورا ایک مہینہ تم نے دراصل اپنے اوپر

ایسی پابندیاں بھی عائد کر دیں جو عام مہینوں میں تم پر عائد نہیں تھیں اور محض رضائے باری تعالیٰ کی خاطر تم نے حلال چیزیں بھی اپنے اوپر حرام کئے رکھیں۔ کچھ گھنٹے، کچھ ساعتیں اس مہینے میں ایسی بھی آتی رہیں جبکہ وہ سب چیزیں جو روزے کے دوران ہم نے اپنے اوپر حرام کر دی تھیں وہ دوبارہ حلال کر دی گئیں مگر پھر بھی سارے مہینے کو روزوں کا مہینہ "ماہ صیام" قرار دیا گیا ہے۔ اور بعد کے آنے والے مہینوں کا تعلق افطار سے باندھا گیا ہے اور یہ عیدالفطر اسی بات کا پیغام ہے۔

اس میں ایک خاص پیغام ہے مومنوں کے لئے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ تم پر کتنے احسان فرماتا ہے۔ تم نے جو افطار کا وقت گذارا تھا وہ بھی خدا نے صیام میں شامل فرما لیا ہے۔ سارے مہینے کو صیام کا مہینہ قرار دے دیا ہے۔ پس چونکہ تم نے اللہ کی رضا کی خاطر روزے کھولے تھے اس لئے روزہ کھولنے کا دور بھی، خدا کے حساب میں تمہارے حق میں روزے کا دور ہی شمار ہو رہا ہے اور اب وہ مہینے آ رہے ہیں جو افطار کے مہینے ہیں۔ اس خوشی کے پیغام کے ساتھ ایک انذار بھی تو وابستہ ہے۔ افطار کس چیز کا؟ حلال چیزوں کا۔ حرام کا نہیں۔ پس اگر سارا مہینہ تم نے محنت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کمائے اسکی خاطر حلال چیزیں چھوڑ کر بھی۔ تو جب افطار کا دور آیا ہے تو حرام چیزوں کے لئے افطار کا دور نہیں آیا محض حلال چیزوں کے لئے افطار کا دور آیا ہے۔ پس پہلے کے مقابل پر یہ نئی زندگی مختلف ہونی چاہئے۔ رمضان سے پہلے جب ہم نے پوری تربیت حاصل نہیں کی تھی بسا اوقات اپنی کم فہمی کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے، کسی مجبوری کے باعث سمجھ لیں ہم گناہوں پر بھی منہ مارتے رہے۔ وہ چیزیں بھی ہمیں پسند رہیں جو خدا کو ناپسند ہیں۔ وہ چیزیں بھی ہم استعمال کرتے رہے جن کے متعلق منع تھا کہ تم نے استعمال نہیں کرنی اور ناجائز اور ناحق طور پر ان کی لذتیں حاصل کرتے رہے۔ تو یہ جو دور تھا یہ رمضان سے پہلے کا دور ہے۔ رمضان نے ہمیں سکھایا کہ تم کیا کرتے ہو خدا کا خوف کرو۔ حرام چیزیں تو درکنار تمہیں تو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر، یار کا دل جیتنے کے لئے، حلال چیزیں بھی اس کی خاطر چھوڑنی چاہئیں۔ یعنی ان آراموں کو ترک کر دینا چاہئے جن کی طلب میں انسان ہمیشہ سرگرداں رہتا ہے۔ اس لئے کہ خدا راضی ہو جائے۔ پس جن باتوں سے خدا راضی ہو انہیں قبول کر لینا اور جن باتوں سے خدا راضی نہ ہو انہیں ترک کر دینا یہ وہ جہاد ہے جس میں ہمیں رمضان کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ تربیت دی جاتی ہے۔ پس ایک مہینہ تربیت پا لینے کے بعد اگر ہم واپس پھر اسی جگہ پہنچ جائیں جہاں سے سفر اختیار کیا تھا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس جگہ نہیں پہنچیں گے اس سے ادنیٰ جگہ میں پہنچیں گے۔ اس سے بھی کم تر مقام پہ گر جائیں گے۔ پس یہ لازم ہے کہ ہم جو کچھ سیکھیں اگر سب کچھ قائم نہ رکھ سکیں تو کچھ نہ کچھ ضرور رکھیں ورنہ جو کچھ ہم نے پہلے حاصل کیا تھا وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

پس ہر رمضان کے بعد ہر عیدالفطر ہمارے لئے جو پیغام لاتی ہے وہ یہ ہے کہ اب سے تم اس فطر کے دور میں داخل ہو رہے ہو جس میں صرف حلال چیزیں تم پر حلال ہیں اور تمام حرام اور تمام مکروہات تم پر حرام ہیں۔

یاد رکھو ایک مہینہ تم نے یہ تربیت حاصل کی اب اس کو بھول نہ جانا۔ پس اس عید اور اگلی عید کے درمیان یا اگلے رمضان تک جو درمیان کا دور ہے یہ ہمارے لئے ایک آزمائش کا دور ہے۔ پس یہ عید جہاں خوشیوں کا پیغام بھی لاتی ہے وہاں آزمائش کا انذار بھی لے کر آتی ہے۔

لیکن اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ اس عید میں اور کیا کیا سبق ہمیں ملتے ہیں جن کو ہمیں سال بھر یاد رکھنا چاہئے۔ خوشی کس بات کی ہے؟ قربانیاں قبول ہونے کی علامتیں کیا ہیں؟ ہر شخص کہہ سکتا ہے میری قربانی قبول ہوئی۔ قرآن کریم نے اس کی ایک مثال ہمارے سامنے رکھی ہے کہ آدم کے دو بیٹے تھے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ جس کی قبول نہیں ہوئی تھی اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے فیصلہ کیا کہ جس کی قربانی خدا نے قبول کی ہے میں اسے قتل کر دوں گا۔ یہ کون ہوتا ہے مجھ سے بہتر ہونے کا دعویٰ کرنے والا۔ اس غصے میں اس نے جب قتل کا ارادہ کیا تو جس کی قربانی قبول ہوئی تھی اس نے کہا میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میرا خدا ہے جو تمہیں سزا دے گا۔ اس نے میری قربانی قبول فرمائی تھی میں کسی پہلو سے بھی اس کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا اس لئے تم چاہتے ہو تو مجھے قتل کر دو مگر میں قتل نہیں کروں گا۔

اس واقعہ میں یہ مضمون سکھلا دیا گیا کہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کی قربانیاں قبول ہوتی ہیں اور کون ہوتے ہیں جن کی قربانیاں رد کی جاتی ہیں۔ وہ شخص جس کو اپنی قربانی قبول نہ ہونے پر غصہ تھا اس نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ اس لائق نہیں تھا کہ اس کی قربانی قبول ہوتی مگر قربانیاں دونوں نے پیش کی تھیں۔ اگر قربانی پیش نہ کی جاتی تو قرآن کریم کا وہ مضمون بے معنی ہو جاتا ہے جو بیان فرمایا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ دونوں نے قربانیاں پیش کیں۔ ایک کی قبول ہوئی ہے اور ایک کی قبول نہیں ہوئی۔ اگلا سوال یہ ہے کہ جس کی قبول ہوئی تھی اس کو تو اندرونی طور پر پتہ چل گیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تسکین اسے حاصل ہوئی۔ طمانیت نصیب ہوئی، اسے معلوم ہوا کہ میں ایک نئے عظیم دور میں داخل ہو گیا ہوں لیکن جس کی قبول نہیں ہوئی تھی اس کو کیسے پتہ چلا کہ اس میرے بھائی کی تو قبول ہو گئی ہے اور میری نہیں ہوئی۔

بائبل جس رنگ میں مضمون کو بیان کرتی ہے وہ ایک بچگانہ سی بات ہے جیسے کہا جائے کہ کسی نے سوختنی قربانی کی۔ کسی کو آگ کھا گئی اور کسی کو نہ کھا گئی۔ یہ مضمون نہیں ہے۔ آگ کا سوختنی قربانی کا جو واقعہ ہے اس کا تعلق نفس کے جل جانے سے ہے اور دنیوی تمناؤں کے جل جانے سے ہے۔ پس جس کی قربانیاں قبول ہوتی ہیں اس کے اوپر ایک آگ گرتی ہے اور وہ سوختنی قربانی بنتی ہے آسمان سے ایک آگ گرتی ہے اور اس کی گندگیوں کو جلا دیتی ہے اور خاکستر کر دیتی ہے اور وہ پاک صاف ہو کر ایک نئی زندگی لے کر ایک نئے دور میں داخل ہوتا ہے اور جس پر وہ آگ نہیں گرتی وہ بدیوں میں بڑھتا رہتا ہے اور اس کی قربانیوں کے نامقبول یا مردود ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ پہلے سے بڑھ کر ہوا و ہوس کا بندہ بن جاتا ہے۔

پس آدم کا وہ بیٹا جس نے یہ محسوس کیا کہ اس کی قربانی قبول ہو گئی ہے اور میری نہیں ہوئی اس نے اپنی ذات سے اپنی قربانی کے مردود ہونے کو پہچانا ہو گا۔ اس کو اس طرح معلوم ہوا ہو گا کہ وہ دن بدن گناہوں میں بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کی ہوس کسی کنارے تک پہنچ ہی نہیں رہی اور یہ دوسرا بھائی ہے جس کے چہرے پر طمانیت لکھی گئی ہے جسے اطمینان قلب نصیب ہو چکا ہے جو ایک نئی زندگی بسر کر رہا ہے گویا جنت میں ہے۔ اس سے اس کو تکلیف پڑی ہے اور یہ بات ایسی چیز نہیں ہے جو صرف ماضی کی تاریخ کا حصہ ہو۔ یہ ایک جاری و ساری مضمون ہے ہر زمانے میں دہرایا جاتا ہے۔

جس کی قربانیاں قبول ہوتی ہیں اس پر آسمان سے ایک آگ گرتی ہے جو اس کی گندگیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور وہ پاک صاف ہو کر ایک نئی زندگی لے کر ایک نئے دور میں داخل ہوتا ہے۔

آج پاکستان میں جب احمدی خوش ہوتے ہیں کہ ہماری قربانیاں قبول ہوئیں تو دیکھیں، جن کی قبول نہیں ہوئیں ان کو کتنا غصہ آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم تمہیں قتل کریں گے، ہم تمہیں ماریں گے۔ تم ہوتے کون ہو خوشیاں منانے والے۔ کوئی فرق ہے جو ان کو محسوس ہو رہا ہے۔ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی قربانیوں کے نتیجے میں اللہ کے بے شمار فضل نازل ہو رہے ہیں جو ہم پر نہیں ہیں۔ ہم اسی طرح کی بے ہودہ زندگی میں مبتلا، اسی قسم کی ضلالتوں میں ہمیشہ منہمک اور دن بدن ہمارے جرائم بڑھتے جا رہے ہیں، ہماری قوم پھٹ رہی ہے، ہمارے دل پھٹ رہے ہیں، ہم گناہوں میں پہلے سے بڑھ کر ملوث ہو رہے ہیں۔ پہلے سے بڑھ کر جھوٹ بولنے لگ گئے ہیں، پہلے سے بڑھ کر عبادتوں سے منحرف ہو رہے ہیں۔ وہ دور سوچیں جبکہ ضیاء الحق صاحب نے اعلان کیا تھا کہ عبادتیں میں فرض کرتا ہوں۔ خدا فرض نہیں مانتے تو میرا فرض تو مانو گے اور ڈنڈے کے زور سے عبادتیں قائم کرنے کا نظام قائم کیا گیا تھا۔ اور جمعہ کی اہمیت پر تو اتنا زور تھا کہ گویا سوال ہی کوئی نہیں تھا کہ کوئی جمعہ چھوڑ کر کسی اور طرف متوجہ ہو جائے۔ چند دن کے قصے تھے۔ نمرود کی بادشاہیوں کو بقا نہیں ہوا کرتی۔ اللہ ہی کے حکم ہیں جو دل قبول کر لیں ان پر ہی چلتے ہیں۔ اس کی فرمانروائی ان دلوں پر ہے جو سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ باقی دلوں پر وہ زبردستی فرمانروائی نہیں کرتا۔ پس اب دیکھ لیں جمعے کی بجائے اب جمعہ بازار شروع ہو گئے ہیں اور جمعے کے دن نئے نئے قصبوں میں جمعہ بازار کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے۔ جمعے کو چھوڑ کر لوگ بازاروں میں چلے جاتے ہیں اور سارا دن وہاں میلے لگاتے اور ہر قسم کی بے ہودگیاں وہاں ہوتیں، کنچنیاں ناچتیں، ہیجڑوں کے گانے ہوتے اور ہیجڑے اپنے کرتب دکھاتے، اور بہت مزہ اڑاتے ہیں لوگ۔ کہتے ہیں واہ واہ یہ ہے جمعہ۔ چھٹی کا دن۔ اس طرح جمعہ منانا چاہئے۔ تو یہ عید نہیں ہے۔ جمعہ بھی تو ایک عید ہے۔

لیکن عید وہ ہے جو قربانیوں کے قبول ہونے کے نشان لے کر آتی ہے اور قربانیوں کے قبول ہونے کے نتیجے میں دلوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے، ایک عظیم تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور طمانیت نصیب ہوتی ہے اور دنیا کی ادنیٰ لذتوں سے دل پھر جاتے اور پھیرے جاتے ہیں اور اعلیٰ لذات کے لئے انسان میں صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں نئے ذوق عطا ہوتے ہیں۔ یہ وہ قربانیوں کی عید

ہے جس کا عیدالفطر سے بھی تعلق ہے ان معنوں میں کہ یہاں ذاتی قربانیاں اس عید پر منتج ہوئیں اور عیدالاضحیہ میں عظیم قومی قربانیاں مضمون ہیں اس عید کا۔ لیکن وہ قربانیاں آج سے بہت پہلے عظیم تر انسانوں نے جو ہمارے تصور سے بھی بلند تر اور عظیم تر ہیں، انہوں نے پیش کیں اور وہ مقبول ہوئیں اور ان کی قبولیت کا ایک اور نشان ظاہر ہوا اور وہ نشان یہ ظاہر ہوا کہ مقبول قربانیاں زمانے میں پیچھے نہیں رہا کرتیں بلکہ آگے بڑھ جاتی ہیں۔ وہ ماضی کی یادیں نہیں بنتیں، بلکہ مستقبل کی حقیقتوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔

پس دیکھیں ان قربانیوں کے نتیجے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم دور شروع ہوا ہے جس نے ان پرانی قربانیوں کو جو عظیم کہلاتی ہیں ماند کر دیا اور عظیم تر فدیہ کی صورت میں محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں نے قربانیاں پیش کیں۔ پس قربانیوں کے ساتھ عیدالاضحیہ کا بھی تعلق ہے اور زیادہ تعلق ہے ان معنوں میں کہ عظیم تر بزرگوں نے، عظیم تر اولین نے وہ قربانیاں پیش کی تھیں۔ مگر عیدالفطر کی قربانیاں ہر شخص سے تعلق رکھتی ہیں ہر شخص کے وجود سے تعلق رکھتی ہیں گویا یہ قربانیاں اسے ان عظیم قربانیوں کی طرف تیار کر کے لے جاتی ہیں اور زندگی بھر میں ایک دفعہ بھی اگر وہ تیار ہو کر اس بڑی قربانی کی طرف جائے گا تو اس کی ساری زندگی کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔ پس یہ چھوٹی عیدیں اس بڑی عید کی تیاری کے دن ہیں اور یہ رمضان کا مہینہ ہر شخص کو ان قربانیوں کے مزے چکھاتا ہے یعنی ان قربانیوں کی لذتوں سے آشنا کراتا ہے۔ ذاتی تعارف کرواتا ہے اور چسکے ڈالتا ہے کہ یہ قربانیاں اپنی ذات میں بھی لذتیں رکھتی ہیں اور ان کے بعد پھر رضائے باری تعالیٰ کی مزید لذت عطا ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں رمضان کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیسا گزرا؟

> **عید وہ ہے جو قربانیوں کے قبول ہونے کے نشان لے کر آتی ہے اور قربانیوں کے قبول ہونے کے نتیجے میں دلوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور طمانیت نصیب ہوتی ہے۔**

رمضان میں جو قبولیت کی نشانیاں ہیں۔ وہ کونسی ہو سکتی ہیں کیا ہم میں وہ پائی جاتی ہیں؟ کیا ہم نے وہ حاصل کر لیں؟ رمضان میں دو طرح کی قربانیاں ہیں۔ ایک بنی نوع انسان کے دکھ محسوس کرنے کی قربانی اور ایک قرب الٰہی کی طرف پہلے سے زیادہ بڑھنے کی قربانی۔ گویا یہ رمضان خالق اور خلق کے لئے اتصال کا حکم رکھتا ہے کوئی انسان اپنے رب کو پا نہیں سکتا جب تک کہ اس کے بندوں کے لئے پہلے سے بڑھ کر اس کے دل میں ہمدردی پیدا نہ ہو اور ان کے لئے وہ قربانیوں پر آمادہ نہ ہو۔ پس رمضان ان دونوں باتوں کی تربیت دیتا ہے اور اس پہلو سے یہ مسلمانوں کے لئے عبادت کا ایک معراج ہے۔ اس میں تمام تر عبادتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور اپنے اعلیٰ مقاصد کے لحاظ سے سب سے زیادہ رمضان مبارک میں انسان ان قربانیوں کو دیکھتا، پہچانتا، ان میں سے گذرتا اور ان کے اعلیٰ مقاصد کے مزے چکھتا ہے۔ اس پہلو سے ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا ہم پہلے کی نسبت بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کچھ آگے بڑھے ہیں کہ نہیں بڑھے۔ کیا غریبوں کے حقوق کا احساس ہمارے دل میں پہلے سے بڑھ کر پیدا ہوا ہے کہ نہیں۔ کیا مریضوں اور لاچاروں اور مصیبت زدگان اور مظلوموں کے لئے ہمارے دل پہلے سے زیادہ پگھل رہے ہیں کہ نہیں۔ جن کو دنیا میں طاقتور قوموں نے مظالم کا نشانہ بنا رکھا ہے خواہ وہ کشمیر کے لوگ ہوں یا بوسنیا کے لوگ ہوں یا پاکستان کے لوگ ہوں یا ہندوستان کے دوسرے مظلوم یا بنگلہ دیش کے یا اور ملکوں کے۔ چین کے ہوں یا ویت نام کے ہوں جہاں جہاں بھی انسانیت انسان کے مظالم تلے سسک رہی ہے ان سب کا درد پیدا کرنا رمضان کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ ان کی تکلیف کا احساس پیدا کرنا رمضان کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ اس کا دوسرا کنارہ وصل الٰہی کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ ایک طرف آپ مخلوق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ خالق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور رمضان میں یہ دونوں باتیں اپنے انتہا تک پہنچ جاتی ہیں۔ انتہا تک ان معنوں میں کہ ہم سب کی انتہا الگ الگ ہے۔ اپنی اپنی توفیق اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر شخص رمضان میں اپنی تخلیق کے منتہیٰ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اگر وہ کوشش کرے۔

پس رمضان کا مہینہ دو قسم کی برکتیں لے کر آتا ہے مخلوق کی محبت اور اس کے لئے قربانی کی تربیت۔ خالق کی محبت اور اس کے لئے قربانی کی تربیت۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہماری یہ قربانیاں قبول ہوئیں کہ نہیں۔ کیا ہم آج اس عیدالفطر کو جیسا کہ حق ہے، منانے کا حق رکھتے ہیں کہ نہیں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی ہم میں سے اکثر نے رمضان میں پہلے سے بڑھ کر کی ہوگی اور عیدالفطر پر میں نے خصوصیت سے اسی لئے جماعت کو پیغام دیا تھا یہ یاد کرانے کے لئے کہ رمضان میں تم نے کیا سیکھا ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ عید والے دن اپنے غریب بھائیوں کو نہ بھول جانا ورنہ یہ نہ ہو کہ جو کچھ تم نے مہینہ بھر کمایا مہینہ ختم ہوتے ہی وہ سب کچھ بھلا دیا اور وہ سب فیض ہاتھ سے جاتا رہا۔ پس عید کے دن اپنے ماحول کو چھوڑ کر جو آرام کا ماحول ہے جو سکون اور طمانیت کا ماحول ہے۔ ایسے ماحول کی طرف حرکت کرنا جس میں دکھ پلتے ہوں اور وقتی طور پر ہی سہی نہ صرف یہ کہ اپنے آرام ان کی طرف منتقل کرنا بلکہ ان کے دکھ اپنے سینے سے لگا لینا۔

> **جہاں جہاں بھی انسانیت انسان کے مظالم تلے سسک رہی ہے ان سب کی تکلیف کا احساس پیدا کرنا رمضان کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔**

یہ پیغام تھا جو عیدالفطر کے موقعہ پر میں نے تمام دنیا کی جماعتوں کو دیا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ یہ جماعت جو اللہ نے مجھے عطا کی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور گذشتہ خلفاء کی محنت کے پالے ہوئے پودے ہیں، وہ جماعت ہے جس کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آخرین کے نام سے انہیں یاد فرمایا اور خوشخبریاں دیں کہ تم میں مسیح نازل ہوگا اور مہدی آئے گا جو تمہاری کیفیتوں میں ایک انقلاب برپا کر دے گا۔ یہ وہ جماعت ہے جس کی انگلیوں میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے ہیں جس نے تمام دنیا میں عظیم انقلاب برپا کرنے ہیں۔ یہ بےوفاؤں کی جماعت نہیں ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی نیک کام کی طرف اس جماعت کو بلایا ہو اور میری توقعات سے بڑھ بڑھ کر انہوں نے اس نیک کام میں آگے بڑھنے کے لئے لبیک نہ کہا ہو۔ کہیں اگر غفلت سے کچھ شکوے پیدا ہوئے تو جماعت سے نہیں تھے منتظمین سے تھے۔ بعض دفعہ منتظمین نے پیغام کو آگے صحیح پہنچایا نہیں۔ اس کے نتیجے میں غفلت ہوئی ہے لیکن جماعت کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ متقیوں کی جماعت ہے۔ اور ہر نیک کام پر بڑی حیرت انگیز وفا کے ساتھ اور حیرت انگیز قربانیوں کی روح کے ساتھ نیک کاموں پر لبیک کہنے والی ہے۔

پس اس پہلو سے مجھے یقین ہے کہ عیدالفطر بھی ہر جگہ اسی طرح منائی گئی ہوگی اور جماعت نے اپنے مظلوم بھائیوں اور کمزور بھائیوں اور محروم بھائیوں کے لئے حتی المقدور کوشش کی ہوگی۔ لیکن یہ بات اس ایک دن سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس کا تعلق اس عیدالفطر کے مضمون سے ہے جس پر میں نے آغاز میں روشنی ڈالی تھی۔ میں نے آپ کو سمجھایا تھا کہ عیدالفطر ایک فطر کا پیغام لے کر آئی ہے۔ ایک فطر کے زمانے کا پہلا دن ہے اور فطر کا زمانہ ان معنوں میں کہ خدا نے ہماری قربانیوں کو قبول فرمایا اور ہمارے لئے ایک خوشی کا دن دکھایا ایسا خوشی کا دن کہ جب ہمارے حلال بھی (جو ہم اس کے حلال کو استعمال کرتے ہیں) خدا کے حضور ایسے جائز کہلائیں گے کہ وہ بھی خدا کی رضاجوئی کا ذریعہ بن جائیں گے جیسا کہ ہم نے ان حلالوں کو خدا کی خاطر ترک کر کے خدا کی رضا کمائی تھی۔

یہ ہے وہ فطر کا دور جس میں ہم داخل ہو رہے ہیں اور اس کا ایک دن سے تعلق نہیں ہے ان تمام مہینوں سے تعلق ہے جو اگلے رمضان تک آنے والے ہیں اور فطر کے یہ معنے میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ آپکے سامنے رکھ رہا ہوں جس میں خوشی کا پیغام یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر روزے کے بعد تمہارے فطر کے دور کو بھی قربانیوں کے دور میں شامل فرما لیا تھا اگر تم ان قربانیوں کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور زندہ رکھتے ہوئے اپنے بقیہ دن صرف کرو گے تو تم ایسے فطر کے دور میں داخل ہو گے جہاں تمہارا فطر بھی اللہ کے حضور روزوں کے مرتبہ کو پہنچا ہو گا اور اسی طرح تمہیں وہ جزا دیتا رہے گا۔

پس اس پہلو سے رمضان کے سیکھے ہوئے سبق جو عید کے دن ہم دہرا رہے تھے ان کو آگے بڑھانا ہے اور سارے مہینوں میں جو آنے والے مہینے ہیں ان تمام مہینوں کے تمام دنوں اور تمام راتوں میں جہاں تک ممکن ہو ہمیں ان باتوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ بنی نوع انسان سے جو ہمارا تعلق رمضان نے باندھا ہے جس کا مظاہرہ ہم نے عید کے دن جشن مناتے ہوئے کیا اور قربانیوں کے قبول ہونے کی علامت یہ ظاہر کی کہ وہ نیکیاں ہمارے وجود کا حصہ بن گئی ہیں، ہمارے ساتھ زندہ رہنے والی نیکیاں ہیں۔ ایسی نیکیاں ہیں جو ہم سے زندہ ہیں ہم جن سے زندہ

ہیں اور اس طرح ایک نئی روحانی زندگی کے دور میں داخل ہو رہے ہیں اس نئے دور میں اپنے ان سیکھے ہوئے اسباق کو بھلا نہ دینا۔ اور یہ عید فطر جس طرح میں آپ کو سمجھا رہا ہوں یہ ہماری ہر روز کی عید بن جانی چاہئے۔

رمضان کا مہینہ دو قسم کی برکتیں لے کر آتا ہے۔
مخلوق کی محبت اور اس کے لئے قربانی کی تربیت۔
خالق کی محبت اور اس کے لئے قربانی کی تربیت۔

اس کے بعد دوسرا مضمون عبادت کا تھا۔ میں نے بتایا ہے کہ رمضان میں ایک طرف بنی نوع انسان سے تعلق جوڑنے کا بہت ہی عظیم الشان سبق سکھایا گیا اور اس طرح سکھایا گیا کہ ان کے دکھوں کے نمونے تمہارے دلوں میں اتارے گئے۔ اور بتایا گیا کہ دکھ کس کو کہتے ہیں۔ اس طرح بے آرامیاں پہنچتی ہیں، اس طرح تکلیف ہوتی ہے، اس طرح پیاس کی شدت سے انسان بے چین ہوتے ہیں، اس طرح بھوک کی شدت سے لوگ بے تاب ہو جایا کرتے ہیں ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے بھائیوں کے دکھوں میں بھی شریک ہو اور اپنی خوشیوں میں بھی ان کو شریک کرو۔ دوسرا پہلو تھا خدا کی خاطر بے آرامی قبول کرنا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک اہم سبق ہمیں سکھایا ہے۔ فرماتا ہے کہ خدا تمہاری بے آرامیوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اس لئے بے آرامی مقصد نہیں ہے بلکہ رضائے باری تعالیٰ مقصد ہے۔ اس بے آرامی کے نتیجے میں اگر تم عبادتوں میں انہماک کرو گے اور اس وقت کو خدا تعالیٰ کی رضاجوئی پر خرچ کرو گے تو یہ وہ مقصد ہے جس کی راہ میں اتفاقاً یہ بے آرامیاں پڑتی ہیں جیسے ہر بلند تر منزل کی راہ میں کچھ دقتیں پیش آتی ہیں۔ کچھ محنت کرنی پڑتی ہے اور اس کے بغیر بلند تر منازل طے نہیں ہوتیں۔ کوئی نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہ تکلیفیں مقصد ہیں اگر تکلیفیں مقصد ہوں تو انسان اوپر نیچے دوڑتا پھرے اور مشقت میں مبتلا ہو اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری بے آرامی مقصد نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری بے آرامی سے خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ وہ مجبوریاں ہیں جن مجبوریوں کے رستے سے تمہیں میرے تک پہنچنے کے لئے گذرنا پڑ رہا ہے۔ اور چونکہ یہ تمہاری مجبوریاں ہیں اور مقصد نہیں ہے اس لئے تمہیں میرے اور بھی زیادہ قریب کر دیتی ہیں کیونکہ میری خاطر ہی اس مصیبت کے رستے سے تم گذرنا ہی چاہتے ہو تمہیں گذرنا پڑے گا ہی۔ اسی مضمون کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے۔ يَآيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۞ (سورۃ الانشقاق آیت ۷)

اے انسان تجھے خدا سے ملاقات کے لئے لازماً مشکل رستوں سے گذرنا ہو گا۔ ان راہوں کی تلخیاں برداشت کرنی ہوں گی مگر مراد یہ ہے کہ تو اس سے ملاقات کر لے۔ اس کی لقاء حاصل کر لے فرمایا "فملاقیہ" پس خوشخبری ہو کہ تو ضرور خدا سے ملنے والا ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم خدا سے ملے ہیں۔ کیا وہ دقتیں جو اس راہ میں ہم نے برداشت کیں، کیا وہ مشقتیں جو ہم نے اس رستے میں جھیلیں ان مشقتوں کے بعد حصول منزل کا لطف بھی پایا کہ نہیں پایا۔ یہ وہ پہلو ہے جس کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا چاہئے اور اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہئے کیونکہ سچی عید ملاقات کی عید ہے۔

اگر انسان رمضان کے تجارب سے گذرتا ہوا پہلے سے بڑھ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ میں اپنے رب کا قرب حاصل کر رہا ہوں اور قرب حاصل کرنے کا احساس اسے لذت عطا کرتا ہے تو یہ ایک امن اور سکون کی علامت ہے لیکن ابھی یہ علامت یقینی نہیں ہوئی۔ امن اور سکون کی یہ علامت اپنی اندرونی نسبت سے ہے۔ بسا اوقات انسان ایک غلط رستے پر کوشش کر کے بھی اس قسم کے سکون پا لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے مقصد کو پا لیا مگر اس کی ایک دوسری طرف بھی تو ہے اور وہ دوسری طرف خدا کا کوئی گزرا ہوا تصور نہیں ہے جو گذشتہ زمانوں میں رہ گیا ہے۔ ایک زندہ خدا کا تصور ہے جس کا وعدہ ہے "فملاقیہ" اے انسان تو ضرور اسے پا لے گا۔ تو نے اس تک پہنچنا ہی پہنچنا ہے اگر تو اس کی خاطر یہ دقتیں برداشت کر رہا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ہم نے اس طرف سے بھی کوئی علامتیں دیکھیں یا اس کے پیار کے بھی کچھ اظہار ایسے ہوئے جس سے ہمیں سکون نصیب ہو کہ ہاں ادھر وہاں تک ہماری قربانیاں پہنچی ہیں۔ اس کے لئے بعض دفعہ انسان سمجھتے ہیں کہ رویا اور کشوف ہی ایک علامت ہیں بعض دفعہ انسان الہام کی طرف نظر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ الہام کے بغیر رضائے باری تعالیٰ کی علامت پیدا نہیں ہوتی یقین نہیں ملتا۔ لیکن جہاں تک عارف باللہ بزرگوں کا تعلق ہے وہ اس خواہش سے منع فرماتے ہیں کہ تم الہام یا کشوف کی خواہش کرو۔ اس کے بغیر بھی کوئی علامتیں ہونی چاہئیں اور وہ علامتیں ایسی ہیں جو انسان کے وجود کا حصہ بنتی ہیں۔ جو جس کو پاتا ہے اس کے تعلق سے کچھ علامتیں ہیں جو خود بخود اس کی ذات میں ظاہر اور روشن ہو جاتی ہیں۔ وہ بلب جو ایک بے جان بلب ہے اس کا تعلق آپ برقی رو سے جوڑتے ہیں تو خواہ برق کی طرف سے یہ آواز آئے نہ آئے کہ دیکھو میں نے اس وجود کو روشن کر دیا ہے وہ وجود خود اپنی روشنی کی علامتیں اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور برق کے تعلق کو اس کی روشنی ظاہر کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے انسان کے اندر ملاقات کی کچھ علامتیں پیدا ہونی چاہئیں۔ بد لوگوں میں پھرتے ہو تو بد لوگوں کی علامتیں تمہارے اندر پیدا ہو جاتی ہیں کوئلے کی دلالی کرتے ہو تو منہ کالا کرنا ہی کرنا ہے اور منہ کالا ہونا ہی ہونا ہے۔ لیکن جب عطر کی دکان پہ ملازمت کرتے ہو یا تمہاری خود اپنی عطر کی دکان ہو تو خوشبوئیں تمہاری دکان ہی سے نہیں تمہارے بدن سے بھی اٹھتی ہیں۔ نکل کر کہیں جاتے ہو، تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ خوشبو والا کسی خوشبو والے مسکن یا مولد سے نکل کے آیا ہے جہاں خوشبوئیں بنائی جا رہی ہیں یا خوشبوئیں رکھی جا رہی ہیں۔

پس خدا کا تعلق کوئی ایسا کمزور تعلق تو نہیں ہے کہ خوشبوئیں تو تمہارے بدن میں رچ جائیں بدبوئیں بھی تمہارے بدن میں رچ جائیں مگر اللہ کا تعلق تمہارے اندر رچ نہ سکے اور بس نہ سکے۔ یہ بالکل جھوٹا خیال ہے۔ پس خوابیں اور رویا اور کشوف بھی آتے ہیں اور جنہیں چاہتا ہے اللہ ان کا مورد بنا دیتا ہے اور بعض دفعہ اس لئے نہیں بناتا کہ اس شخص کی فطرت میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ بعض دفعہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ چند رویا کے نتیجہ میں اس کا دماغ ہی نہ پھر جائے اور وہ اسے ہضم نہ کر سکے تو۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

ہر شخص کے ظرف کے مطابق اس کو عطا ہوتا ہے۔ مگر عطا ضرور ہوتا ہے۔ کس رنگ میں ہوتا ہے کیا عطا کیا جاتا ہے یہ اللہ کی مرضی ہے اسی پر اس بات کو چھوڑ دینا چاہئے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کس عطا کے لائق ہے لیکن خواہ سچی رویا ہوں یا کشوف ہوں یا الہام ہوں قرب الٰہی دراصل بات ہے۔ کشوف اور رویا اور الہام اپنی ذات میں اہمیت نہیں رکھتے قرب الٰہی کی علامتوں کے طور پر یہ اہمیت رکھتے ہیں اور قرب الٰہی ان باتوں کے بغیر بھی انسان کو نصیب ہو جاتا ہے اور اس کی علامتیں لوگوں کو بھی دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اگر وہ علامتیں لوگوں کو دکھائی نہ دیں تو آدم کے دو بیٹوں کی کہانی باطل ہو جاتی ہے اور بے معنی ہو جاتی ہے اور قرآن کریم کبھی ایسی باطل اور بے معنی کہانی کو ہمیشہ کی زندگی عطا نہ کرتا۔

ہر رمضان کے بعد عید الفطر ہمارے لئے یہ پیغام لاتی ہے کہ اب سے تم اس فطر کے دور میں داخل ہو رہے ہو جس میں صرف حلال چیزیں تم پر حلال ہیں اور تمام حرام اور مکروہات تم پر حرام ہیں۔

پس یاد رکھو کہ یہ وہ علامتیں ہیں جو صرف تمہیں نہیں بلکہ ماحول کو دکھائی دینے لگتی ہیں تمہارے دشمنوں کو نظر آنے لگتی ہیں وہ جو محروم ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ ایک مختلف قسم کی علامت ہے جو اس شخص میں پہلے نہیں تھی یہ کسی بزرگ کے تعلق کے نتیجے میں پیدا

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

ہوئی ہے۔ کسی عالی شان ذات کے پاس اس کا آنا جانا ہے۔ پس جس طرح مصاحبین کی ادائیں بدل جاتی ہیں جو بادشاہوں کی کورٹس میں، ان کے درباروں میں آنے جانے والے ہوں، ان کے چلنے کے انداز اور ہوتے ہیں اور وہ جو ان سے محروم ہوں ان کے چلنے کے انداز اور ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار نہ سہی پٹواری کے دروازے تک بھی جس کو رسائی ہو اس کے چلنے کے انداز گاؤں میں بدل جاتے ہیں۔ وہ گاؤں کی زمینوں کا مالک اپنے آپ کو سمجھنے لگتا ہے اور وہ زمینیں جو اس کی نہیں ہیں ان کا بھی مالک بن بیٹھتا ہے۔ اور ملکیتیں تبدیل کروانے کی کاروائیاں کرواتا ہے۔ ایک بے چارے غریب کی زمین جو کمزور ہے اور طاقت سے محروم ہے وہ اپنے پٹوار کی دوستی کے بل بوتے پر ایک امیر اور طاقتور سے پیسے کھا کر اس کے نام منتقل کروا دیتا ہے اور وہ اور اس کی نسلیں پیٹتی رہ جاتی ہیں۔ بعض ایسے مقدمے چلتے ہیں جو کئی نسلوں تک جاری رہتے ہیں۔ مگر ہے وہی بات کہ جس کے پاس بیٹھتے ہو اس کی علامت تم میں ظاہر ہوتی ہے۔ جو رشوت خور لوگ ہیں ان کے دلال ہوتے ہیں ان کے چہرے دیکھیں، ایسے منحوس کہ دیکھ کر کراہت آتی ہے۔ کسی کو بتانا تو نہیں پڑتا کہ یہ بدوں کے پاس بیٹھنے والا انسان ہے۔ تو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے والے بھی نیکوں کی علامتیں پا جاتے ہیں اور جن کی قربانیاں خدا کے حضور مقبول ہوں ان کے تو رنگ بدل جاتے ہیں۔ ان کی بات کے انداز بالکل اور ہو جاتے ہیں۔ ان کی باتوں کے انداز میں وہ شوخیاں نہیں پائی جاتیں جو دنیا کی بڑائیوں سے تعلق میں پیدا ہوتی ہیں۔ دنیا کے بڑے لوگوں سے تعلق پیدا ہو تو چھوٹا پن بڑائی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کا نام اللہ تعالیٰ نے تکبر رکھا ہے۔ پس وہ بڑائی جو تمہاری ذات کو پھلا دے اور تم اپنے آپ کو پہلے سے بڑا سمجھنے لگ جاؤ وہ بڑائی بڑائی نہیں وہ چھوٹا پن ہے اور سفلہ پن ہے اور کمینگی ہے۔ اور خدا کے تعلق کے نتیجے میں یہ کبھی پیدا نہیں ہوتی۔

خدا کے تعلق کے نتیجے میں تم بظاہر چھوٹے ہو رہے ہوتے ہو اور دنیا تمہیں بڑا دیکھتی ہے تم چھوٹے ہو رہے ہوتے ہو مگر خدا تمہیں بڑا دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پس یہ ایک نمایاں فرق ہے دنیا کے تعلق اور اللہ کے تعلق میں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ رمضان ہمیں یہ آداب سکھلا گیا ہے کہ نہیں سکھلا گیا؟ کیا ہماری ذات میں وہ عجز پیدا ہوا ہے کہ نہیں جو تعلق باللہ کی خاص نشانی ہے۔ انسان اپنے آپ کو ہمیشہ پہلے سے چھوٹا دیکھنے لگتا ہے۔ وہ پھولے ہوئے خیالات، وہ ہوائیں جو اس نے اپنی انا کے گرد تعمیر کی ہوئی ہوتی ہیں جیسے غبارہ پھٹ رہا ہو اور اس کی ہوا نکل رہی ہو اس طرح رفتہ رفتہ خدا کے تعلق کے نتیجے میں انسان کے تکبر کا غبارہ پھٹنے لگتا ہے یا اس میں سوراخ ہو جاتے ہیں اور وہ رفتہ رفتہ چھوٹا ہو رہا ہوتا ہے اور یہ انکسار ہے جو قوموں کو ڈراتا ہے اور ان میں ہیبت پیدا کرتا ہے کیونکہ یہ اور قسم کا انکسار ہے۔ یہ وہ انکسار نہیں ہے جس کے نتیجے میں قومیں جرات کر کے تمہیں پاؤں تلے مسلیں وہ اس خوف سے مسلنے کی کوشش کرتی ہیں کہ یہ بڑے لوگ بننے والے ہیں۔ ان میں باقی رہنے کی صلاحیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان میں غالب آنے کی صلاحیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ وہ تعلق باللہ کی علامت ہے جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے حواریوں میں پیدا ہوئی جو بالکل مسکین اور بے شر کے لوگ تھے۔ ان کا پروگرام نہائت ہی عاجزانہ تھا تعلیم ایسی تھی کہ ایک گال پہ کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا بھی پیش کر دو اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے وہ مسیح کے دربار میں پہنچے تو چھوٹے ہو گئے اور مسیح بھی چھوٹا ہونے لگا یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے بھی نیک نہ کہو ہرگز نیک نہ کہو وہ ایک ہی ہے جو نیک ہے جو آسمان پر ہے اور کوئی نیک نہیں۔ ایسی حالت میں ان کو بڑائی کی کچھ علامتیں عطا ہوئی ہیں وہ اپنے آپ کو چھوٹا دیکھتے تھے تو دنیا ان کو بڑا دیکھنے لگی اور ان کو حقیر سمجھ کر پاؤں تلے نہیں روند رہی تھی۔ اس وجہ سے روند رہی تھی کہ ان کے اندر آئندہ غالب آنے کی علامتیں پائی جاتی ہیں ان کے اندر ایسی عظیم قوت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں جس کا اگر توڑ نہ کیا گیا تو یہ ہمیں کھا جائیں گے ورنہ ہر چھوٹے غریب مسکین آدمی کو کون پاؤں تلے روندا کرتا ہے بہت ہی کوئی پاگل اور ذلیل انسان ہو تو ایسا کرتا ہے۔ اگر کرے تو ساری دنیا اس پر لعنتیں ڈالتی ہے تف کرتی ہے اس بے چارے کا کیا قصور، یہ تو سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا ہے، اس کے تو کشکول میں کچھ نہیں تھا اس کو کیوں تم نے ٹھڈا مارا۔ اس غریب سے کیوں ذلت اور رسوائی کا سلوک کیا۔ تمہارا کیا لیتا تھا۔ مگر مسیح کے حواریوں نے تو جو اپنے کشکول تھے خود خالی کر دیئے تھے ان کے پیچھے دنیا کیوں پڑی۔ اس لئے کہ قرب الٰہی کی علامتیں ان میں ظاہر ہوئی تھیں۔ اس لئے کہ ان علامتوں نے ان کے اندر ایک ایسا عجز پیدا کر دیا تھا جس عجز میں آئندہ کی برتری لوگوں نے دیکھنی شروع کر دی۔ جس عجز میں غلبے کے آثار دنیا کو دکھائی دینے لگے اس غلبے کے خوف سے ان کو روندنے کی کوشش کی گئی ہے نہ کہ حقیر اور ذلیل سمجھ کر۔

یہی وہ تاریخ ہے جو آج پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے یہی وہ تاریخ ہے جو دنیا کے ہر اس ملک میں دہرائی جائے گی جہاں جماعت تعلق باللہ کے نتیجے میں چھوٹی ہو گی اور دنیا کو بڑی ہو کر دکھائی دینے لگے گی۔ پس کیا یہ رمضان تمہیں عجز عطا کر گیا ہے جو اپنی نفسانیت کو خاکستر کر دیتا ہے؟ کیا اس رمضان میں تمہاری قربانیوں کو سوختنی بنایا گیا ہے کہ نہیں؟ کیا آدم کے بیٹے کی طرح تم پر آسمان سے وہ آگ نازل ہوئی ہے کہ نہیں جس نے تمہارے نفس کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے اور تمہاری قربانیوں کے قبول ہونے کی علامت بن کر تم پر اتری ہے؟ اگر ایسا ہوا ہے تو مبارک ہو کہ تم عیدالفطر کے ایک دن میں نہیں عیدالفطر کے ایک ایسے دور میں داخل ہوئے ہو جو کبھی ختم ہونے والا دور نہیں۔ ہر رمضان اس کے بعد ایک مزید اعلیٰ عید فطر کا دور تمہارے لئے لے کے آئے گا۔ اور موت کے آخری دن تک اور آخری سانس تک یہ عید فطر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گی یہ تمہارے اولین کی عید بھی بن جائے گی اور آخرین کی عید بھی بن جائے گی۔ لیکن حقیقی عید ہو گی جو رضائے باری تعالیٰ کی عید ہو گی ورنہ تو پھر محض اچھے کپڑے پہننا اور رنگ برنگ کے جوڑے سلوانا اور طرح طرح کے کھانے کھانا اور خوشی میں شادیانے بجانا وغیرہ وغیرہ یہ عیدیں رہ جائیں گی جن کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔

پس اپنی عیدالفطر کی حفاظت کرو۔ اسے اپنے وجود میں نافذ کر دو اپنے وجود کا اٹوٹ انگ بنا دو۔ ایسا حصہ بنا دو جو ٹوٹ کر اس سے الگ نہ ہو سکتا ہو یہ کرو تو عروہ وثقیٰ پہ تمہارا ہاتھ جا پڑے گا۔ تعلق باللہ کے اس کڑے پر تمہارا پنجہ پڑ جائے گا جس کے مقدر میں ٹوٹنا نہیں ہے۔ جس کے مقدر میں پھر الگ ہونا نہیں ہے۔ تو خدا کرے کہ ہم عید کے ان پیغامات کو سمجھیں اس کے فلسفے کی گہرائی میں اتریں۔ اپنے وجود میں اسے اتارنے کی کوشش کریں اور بڑے انصاف اور تقویٰ کے ساتھ اپنے نفس پر رحم کرتے ہوئے نہیں بلکہ بے رحمی کے ساتھ تنقید کریں اور جائزہ لیں کہ ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا ہے۔ اور جو پایا ہے اس کی حفاظت کے کچھ سامان کئے ہیں کہ نہیں کئے۔ اگر یہ شعور ساری جماعت میں بیدار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہماری عید حقیقی اور دائمی بن جائے گی پس خدا کرے ایسا ہی ہو۔

جماعت احمدیہ وہ جماعت ہے جس کی انگلیوں میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے ہیں۔

لیکن آخر پر کچھ پیغامات پڑھنے سے پہلے میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ یہ جو زندگی ہے ایسے مزے کی زندگی ہے کہ اس زندگی سے محض خود چمٹ رہنا اور دوسروں کو دعوت نہ دینا بڑا ظلم ہو گا اور بڑی سفلکی ہو گی۔ جماعت جس عیش کے دور میں داخل ہوئی ہے بے چاری دنیا کو تصور بھی نہیں کہ وہ ہے کیا! رمضان لوگوں کے لئے بڑی مشقتیں لے کے آیا تھا۔ ہماری ہر مشقت رحمت میں تبدیل ہو رہی ہے ہماری ہر تکلیف لطف بن رہی ہے چھوٹے چھوٹے بچے بھی روزانہ درس دیکھتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ بظاہر ان کو سمجھ نہیں آنی چاہئے مگر پھر بھی لگتا تھا سمجھ رہے ہیں اور بڑے صبر کے ساتھ مسلسل، بعض بچے میں نے دیکھا ہماری مسجد میں سامنے، ایک فرانسیسی بہت ہی مخلص خاتون ہیں منصورہ ان کے بچے درس کے آغاز میں آ کے بیٹھتے تھے آخر تک بیٹھے رہتے تھے لیکن توجہ سے سنتے تھے حالانکہ ان کو اردو بھی پوری ٹھیک نہیں آتی۔ بہت معمولی سی آتی ہے اور انگریزی بھی پوری اچھی طرح نہیں جانتے۔ فرنچ زبان جانتے ہیں لیکن بغیر کسی آلے کے جس سے وہ فرنچ ترجمہ سن رہے ہوں بیٹھے ہوئے مسلسل دیکھ رہے ہوتے تھے لطف محسوس کرتے تھے اور کبھی میں نے ان کے چہروں پر اکتاہٹ کے آثار نہیں دیکھے تھکاوٹ کے آثار نہیں دیکھے۔ بعد میں میں نے ایک دفعہ اس بچے سے پوچھا کیوں جی کیسا

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

رہا۔ تمہیں سمجھ آتی ہے کچھ؟ کہتا ہے کچھ تھوڑا تھوڑا میں سمجھتا ہوں۔ لیکن مزہ اٹھا رہا تھا باقاعدہ آتا رہا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے جن سے انسان بعض باتوں کی توقع نہیں رکھتا ان کے منہ سے نکلتی ہیں تو حیران رہ جاتا ہے۔ آفتاب خان صاحب جو ہمارے یو۔ کے۔ کے امیر ہیں ان کی شادی قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کی بچی سے ہوئی ہے (غالباً ان کی بیگم بھی لاہور میں اور ان کی والدہ بھی (حضرت قاضی محمد اسلم صاحب کی بیگم) وہ بھی شاید اس وقت یہ عید کا خطبہ سن رہے ہوں تو ان کو ذرا زیادہ ہی لطف آئے گا اس بچے کے ذکر میں۔) آفتاب خان صاحب کے والد ثناء اللہ خان صاحب مرحوم سے بھی میرا بڑا ذاتی تعلق تھا حالانکہ عمر کا بہت فرق تھا لیکن بہت ہی مخلص اور فدائی انسان تھے۔ آفتاب خان صاحب کا یہ نواسہ ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں (ثناء اللہ خان صاحب مرحوم کے بیٹے کا اور قاضی صاحب کی بیٹی کا نواسہ) میں نے آپ کو جو بات سنانی تھی صرف اتنی سی تھی کہتے ہیں آخری دعا میں پورا درس سننے کے بعد جب دعا ختم ہوئی تو منہ پر ہاتھ پھیر کے کہتا ہے شاباش حضور شاباش۔ اتنا حیران ہو کے دیکھا کہ آخر اس کو اتنا پتہ تھا کہ درس ختم ہوا ہے اس کو پتہ تھا کہ ایک مہینہ اس پہ محنت ہوئی ہے تو اس بچے نے بھی اپنی طرف سے شاباش شاباش دی۔ یہی حال دنیا بھر کے بچوں کا ہے اور احمدیت جس دور میں داخل ہوئی ہے مجھے اس بات کا خصوصیت سے لطف آتا ہے کہ بچوں سے مجھے طبعی پیار ہے اور اس ٹیلی ویژن کے ذریعے اب ساری دنیا کے بچوں کو مجھ سے بھی اسی طرح پیار ہو گیا ہے اور یہ پیار ان کے اندر نیکی پیدا کر رہا ہے۔ یہ پیار ان کے دل میں بچپن ہی سے نیکیوں کی محبتیں جاگزیں کر رہا ہے۔ یہ نیکیاں ان کے وجود میں سرایت ہو رہی ہیں۔ دیکھو اگلی نسلوں کے متعلق خدا نے کیسی رحمت کے نشان دکھائے ہیں۔ میں ہمیشہ خصوصیت سے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا ہماری آئندہ نسلوں کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر۔

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۝

ہمیں ایسی نسلوں کا امام بنا جو متقی ہوں۔ تو اللہ نے کس شان سے اس دعا کو پورا فرمایا ہے انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دنیا بھر میں چین میں بھی بیٹھے یہ سن رہے تھے ان میں بھی بچے شامل تھے۔ جاپان میں بھی ایسا ہو رہا تھا اور دوسرے دنیا کے ممالک میں پھر مغرب کے کناروں تک مغربی افریقہ میں بھی ایسا ہوتا رہا اور امریکہ اور کینیڈا میں بھی ایسا ہوتا رہا۔ اس وقت بھی امریکہ اور کینیڈا اس عید کے خطبے میں شامل ہیں لیکن جو آج شام کو عید کی خوشی میں ہم ایک شعری مجلس لگا رہے ہیں عبید اللہ صاحب علیم اس میں کلام پیش کریں گے۔ اس میں وہ شامل نہیں ہو سکیں گے کیونکہ امریکن جماعت Pay Master ہے وہ اپنے پروگراموں کے پیسے خود دیتی ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے جو بجٹ بنایا تھا اس میں یہ شامل نہیں اس لئے ہم مجبور ہیں بہرحال کیسٹ ان کو بعد میں بھجوا دیں گے تو یہ میں ذکر کر رہا ہوں کہ ایک عالمگیریت جو جماعت کو نصیب ہوئی ہے اس میں جو بہت ہی پیاری بات ہے وہ یہ ہے کہ اگلی نسلوں کا پہلی نسلوں سے بہت گہرا تعلق جوڑا جا رہا ہے اس سے ہمارے آئندہ کے تربیت کے مسائل آسان ہو جائیں گے۔

تو میں یہ اس طرف آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ دعا کریں کہ ہماری عید فطر جو ایک فطر کا زمانہ بننے والی ہے یہ زمانہ ہمارے زمانے تک محدود نہ رہے بلکہ ہماری اگلی نسلوں کے زمانے میں بھی منتقل ہو جائے اور وہ زمانہ در زمانہ پھر آگے اسی طرح ایک ایسی عید فطر بن جائے جو آخرین کی بھی عید ہو۔ (ہمارے مقابل پر جو آخرین آنے والے ہیں۔) یہ بہت ہی ضروری بات ہے جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں اس کو معمولی نہ سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب ان کی قوم نے مطالبہ کیا کہ دعا کرو خدا سے کہ ہمارے لئے عید ہو اولین اور آخرین کے لئے۔ تو دعا ایک انذار کے ساتھ قبول کی گئی۔ تم اصرار کرتے ہو تو وہ مائدہ ہم تم پر اتاریں گے جو عید بننے والا ہے لیکن اگر تم نے ناشکری کی تو پھر عذاب بھی ایسا دیں گے جو کبھی کسی قوم کو عذاب نہ دیا گیا ہو۔ اگر پہلی عید اور بعد کی عید میں بیچ میں انقطاع ہو جائے تو بعد کی عید میں بعض نحوستیں داخل ہو سکتی ہیں۔ بعض فساد داخل ہو سکتے ہیں بعض خرابیاں جا پا سکتی ہیں۔ لیکن اگر تسلسل ہو تو اس بات کی بہتر ضمانت ہے کہ پہلی عید کی ادائیں، اسکی نیکیاں، اسکی خوبیاں، نسلاً بعد نسل اگلی نسلوں میں منتقل ہوتی رہیں اور جو بعد میں آنے والے عید منائیں گے وہ بھی ویسی عید منا رہے ہوں جیسے ہم آج منا رہے ہیں۔ پس اپنی موجودہ عید کی حفاظت کریں۔ ان اسباق کو سیکھیں اور حرز جان بنائیں ان کو اپنے عمل میں جاری کر دیں۔ ہم ایک بہت ہی پر لطف دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو رمضان ہم نے ابھی منایا ہے ایسے نشے کا رمضان کبھی پہلے نہیں منایا گیا اور تمام عالم میں یہی کیفیت ہے۔ جو خط اور فون اور فیکسز مل رہی ہیں ان سب کا یوں لگتا ہے جیسے ایک انسان نے مضمون سکھا کر سب کو پڑھا دیا ہے۔ حالانکہ بغیر کسی آپس کے تعلق کے، بغیر مشوروں کے وہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور ایک ہی مضمون ہے کہ جو نشے کا رمضان ہم نے اب گذارا ہے اس کا نشہ اتر ہی نہیں رہا اور کبھی ہم نے پہلے ایسا لطف دیکھا نہیں تھا۔ تو آئندہ ان لطفوں کو بڑھانے کے دن آئیں گے مگر ان نصیحتوں پر عمل کرنے کے بعد، ان نصیحتوں پر عمل کرنے کے نتیجے میں جو میں نے آپ کے سامنے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے۔ ہماری نیکیاں دائمی ہو جائیں اور ہمیشہ بڑھتی رہیں نشوونما پاتی رہیں اور آئندہ نسلوں کو منتقل ہوتی رہیں۔ یہی ہماری حقیقی عید ہوگی مگر غیروں کو اس نشے میں شامل کریں۔ دعوت الی اللہ میں پہلے سے بڑھ کر کام کریں کیونکہ جو نعمتیں خدا نے ہمیں عطا کی ہیں اگر ہم اپنے تک محدود رکھیں تو رمضان کا سبق بھولنے والے ہوں گے۔ رمضان میں جن محروموں کا ذکر ہے، جن کی تکلیفوں کو ہم نے محسوس کیا جن میں اپنی خوشیاں بانٹنے کا سبق ہم نے سیکھا ہے ان میں سب سے بڑے محروم تو وہ ہیں جو اسلام کی نعمت سے اور مائدے میں شمولیت سے محروم ہیں۔ اس مائدے کی لذت سے محروم ہیں جو آسمان سے اترتا ہے۔ جسمانی کھانا تو جسمانی کھانا ہے ہی مگر جو آسمان سے اترنے والا کھانا ہے، وہ دسترخوان جو خدا خود اپنے بندوں کے لئے اتارتا اور بچھاتا ہے اس دسترخوان سے جو محروم ہیں ان کا دکھ کیوں محسوس نہیں کرتے ان کو کیوں اپنے سے جوڑ کر خدا سے نہیں جوڑتے۔ ان کے لئے خدا کے راستے میں ایک وسیلہ کیوں نہیں بن جاتے۔ یہ وہ جہاد ہے جس کا نام دعوت الی اللہ کا جہاد ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس جہاد کا ایسے عظیم الشان رنگ میں آغاز فرمایا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسا جہاد دعوت الی اللہ کا آپ نہیں سنیں گے۔ اور دعوت الی اللہ کا جو محاورہ ہے یہ بھی جہاں تک میرا علم ہے قرآن کے لئے خاص ہے۔ بار بار دعوت الی اللہ کا مضمون قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرما کر اس بات کو بھی ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارا لوگوں کو بلانا اپنی جمعیت کو بڑھانے کی خاطر نہیں ہو گا۔ کوئی بدنیت اس میں شامل نہ ہو۔ یہ خیال نہ ہو کہ ہم کمزور ہیں، ہم طاقتور بن جائیں کیونکہ طاقتور بن کر اگر تمہیں خدا کے فضل حاصل نہ ہوں تو تمہاری وہ طاقت تمہیں کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ جنگ حنین کا نقشہ یاد کرو۔ اتنی بڑی طاقت بن چکے تھے مسلمان۔ لیکن کیسی ہزیمت پہنچی اور پہنچنے والی تھی جس سے خدا نے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں یہی غرور ہو گیا تھا نا کہ تم زیادہ ہو گئے ہو۔ پہلے ہم تمہیں کم ہونے کے باوجود بچاتے تھے۔ ہم بچاتے تھے۔ اب پتہ لگا کہ کون بچایا کرتا تھا۔ تو تعداد کا زیادہ ہونا اس لحاظ سے تو اچھی بات ہے کہ خدا کو یاد کرنے والے، خدا کے رنگ قبول کرنے والے جب مومن کو دکھائی دیتے ہیں تو اس کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوتی ہیں اس کا سینہ بھی لطف سے بھر جاتا ہے۔ مگر اپنی خاطر اگر ایسا کرے گا تو اس کی دعوت الی اللہ کی ساری کوششیں بے کار جائیں گی اور اگر ان کو پھل بھی لگے گا تو اس کا ثواب اس کو نہیں پہنچے گا۔ پس دعوت الی اللہ کا مضمون سمجھیں۔ اللہ کی طرف بلانے کا نام ہے۔ نہ احمدیت کی طرف بلانے کا نام ہے نہ کسی ملک کی جماعت کی طرف بلانے کا نام ہے۔ احمدیت چونکہ اللہ کی طرف جانے کا نام ہے اس تعلق سے احمدیت کا حوالہ دینا پڑتا ہے۔ مگر اصل بات یہی ہے کہ دعوت الی اللہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے سے، آپ کی راہ سے بندوں کو خدا تک پہنچانے کا نام ہے۔ بندوں کو خدا تک پہنچا دیں آپ کا کام پورا ہوا۔ اللہ جانے اور وہ

> **اسلام میں دونوں عیدوں کا قربانی سے تعلق ہے۔ ایک ذاتی قربانی جس میں سے گزر کر انسان ایسی عید منائے جس میں یہ پیغام ملتا ہو کہ گویا تمہاری قربانیاں قبول ہوئیں اور اس قبولیت کے نتیجے میں تم خوشی کا اظہار کرو۔ اور ایک عید وہ ہے جس کا تعلق ازمنہ سابقہ میں کسی بہت بڑی قربانی کے ساتھ ہے اور ان قربانیوں کی یاد میں عید منائی جاتی ہے۔**

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

جائیں۔ وہ خود ان کو سنبھال لے گا اگر وہاں نہ پہنچا یا تو آپ سے نہیں سنبھالے جائیں گے۔

اسی طرح کورے کے کورے واپس لوٹ جایا کریں گے۔ جس طرح آپ نے ان کو پکڑا تھا۔ پس دعوت الی اللہ کے مضمون کو ملحوظ رکھتے ہوئے رمضان کے اسباق کے ساتھ اس تعلق کو جوڑیں اور پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کتنے عظیم فضل آپ پر اور نازل فرمائے گا۔ جو گذشتہ نشے کے دن ہیں وہ لگے گا کہ عام دن تھے۔ نشہ تو اب آیا ہے۔ ایک بیداری کے بعد ایک اور بیداری نصیب ہوگی۔ ایک لذت سے آشنائی کے بعد اسی لذت سے مزید آشنائی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ بہت مشکل کام ہیں بہت دور کے سفر ہیں، رضائے باری تعالیٰ سے اور دعا سے آسان ہوسکتے ہیں۔ پس دعائیں کرتے ہوئے اس میدان میں آگے بڑھیں۔

اب میں آپ سب کو، دنیا بھر کی جماعتوں کو عید مبارک کا پیغام دیتا ہوں۔ اپنی طرف سے آپ سب کو جو یہاں شامل ہیں یا دنیا میں دوسری جگہ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہمارے ساتھ شامل ہیں اور وہ بھی جو محروم ہیں۔ وہ بھی جو ریڈیو پر اس خطبے کو سن رہے ہیں، جو نہیں سن سکتے، وہ سب شامل ہیں ان سب کو عید مبارک ہو۔ اردو میں میں نے آپ کو عید مبارک دے دی۔

[اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل زبانوں کے بولنے والوں کو عید مبارک کا پیغام ان کی زبانوں میں پہنچایا: انگریزی، پنجابی، فارسی، عربی، ترکی، روسی، بنگلہ، گورمکھی، ہندی، فرانسیسی اور پھر فرمایا کہ سب کو اپنی اپنی زبانوں میں عید مبارک ہو۔ پھر فرمایا:]

اب میں اپنے ان محروم بھائیوں کو دعا میں یاد رکھنے کی تلقین کرتا ہوں جو جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو کئی قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں ان کے تعلق میں پاکستان کے لئے بھی دعا کریں۔ ان بے چاروں کو عقل آئے۔ ہوش آئے۔ یہ بے وقوفیوں سے باز ہی نہیں آ رہے میں نے جہاں تک تاریخ عالم کا مطالعہ کیا ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ قانون بنا کر کسی کی خوشی کو اس پر حرام کیا گیا ہو۔ خوش ہونے پر غصے کا ذکر ملتا ہے لیکن ملکی قانون بنا کر کسی کو خوشی سے محروم کرنے کا کوئی ذکر کسی تاریخ میں آپ کو نہیں ملے گا لیکن پاکستان میں احمدیوں کا خوش ہونا خلاف قانون قرار دیا جاچکا ہے اور باقاعدہ اس معاملہ میں احکامات جاری ہوتے ہیں کہ خبردار جو کوئی خوش ہوا۔ یہاں تک کہ بچوں نے اگر مٹھائی کھائی تو ہم ماریں گے۔ اچھے کپڑے پہنے تو ہمیں تکلیف ہوگی۔ اس لئے تم لوگوں کو اجازت نہیں ہے اور پھر یہ بہانہ بنایا گیا ایک موقع پر کہ اس لئے ہم منع کر رہے ہیں، یہ کوئی انسانی حقوق میں دخل اندازی نہیں ہے۔ بلکہ قرآن ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ قرآن سے پتہ چلا ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس لئے احمدی بچے جب تک بڑے نہیں ہوتے ان کو احمدیت کے اسباق دینا اور احمدیت کی خوشیوں میں شامل کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے لیکن ان کا جھوٹ دوسرے سانس میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ کیا عیسائی بچے فطرت پہ پیدا نہیں ہوتے؟ کیا ہندو بچے فطرت پہ پیدا نہیں ہوتے؟ کیا سکھ اور عیسائی بچے فطرت پر اور دہریہ بچے فطرت پہ پیدا نہیں ہوتے؟ ان کے معاملے میں کیوں دخل نہیں دیتے۔ جرات ہے تو دے کے تو دکھاؤ۔ جن عظیم عیسائی طاقتوں سے تم بھیکیں مانگتے ہو اور ہتھیار مانگ رہے ہو مجال ہے جو ان کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھو۔ ان کے مذہب کو یہ سارے تحفظات گویا تمہارے نزدیک قرآن دے رہا ہے۔ اور دے رہا ہے۔ ہر دنیا کے مذہب کو تحفظ دے رہا ہے۔ لیکن احمدیوں کو تم تحفظ نہیں دینا چاہتے، جھوٹ بولتے ہو کہ قرآن نے روکا ہے۔ اور تمہارا عمل بتلا رہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ اس لئے خدا کا خوف کرو اور اتنی کمینگیاں نہ دکھاؤ کہ کسی کے خوش ہونے سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ کوئی بچہ اچھے کپڑے پہن لے تو تمہیں آگ لگ جائے۔ کوئی اچھا کھانا کھالے یا مٹھائی کی دکان پر چلا جائے تو دیکھو کہ اوہو! یہ تو مٹھائی کھا رہا ہے۔ کرتے رہو اگر کرنا ہے۔ لیکن ایک بات میں بتاتا ہوں کہ تمہاری لڑائی اللہ سے ہو چکی ہے۔ جن باتوں کو اللہ حلال قرار دیتا ہے اور جائز قرار دیتا ہے اور جو فضل وہ ہمارے پر نازل فرما رہا ہے اس سے اگر تکلیف محسوس کرتے ہو خواہ قانون بنا کر کرو یا بے قانون طریقوں سے کرو، تمہاری لڑائی خدا کے ساتھ ہے اور وہ ہمارے لئے بہت کافی ہے۔ وہ ہماری پشت پر کھڑا ہے۔ میں تمہیں خدا کے غضب سے ڈراتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمہیں خدا کے غضب سے پھر ڈراتا ہوں اگر تم خدا کے سامنے ایسے باغیانہ رویے سے باز نہیں آئے تو وہ ضرور تم سے نپٹے گا اور ہماری ہمدردی کی دعائیں بھی تمہارے کسی کام نہیں آئیں گی۔ مگر میں جماعت کو تلقین کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی بقا کی خاطر، ان لوگوں کو عذاب سے اور عذاب الیم سے بچانے کے لئے دعائیں ضرور کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور ہوش دے اور ظالمانہ رویئے تبدیل کئے جائیں۔ آراء میں تبدیلیاں پیدا ہوں اور جو ظلم مسلط ہے وہ ظلم اللہ تعالیٰ کاٹ کر الگ پھینک دے۔ اب تک تو یہی چل رہا ہے کہ بظاہر ملاں کا نام لیا جاتا ہے مگر ہمیشہ سیاست ہے جو احمدی خون اور احمدی عزت کو ملاں کے ہاتھوں میں فروخت کرتی ہے۔

میں نے ہمیشہ دیکھا ہے جب بھی ایسی خبر آتی ہے کوئی کہ دیکھو آٹھویں ترمیم کو مٹانے کا فیصلہ کرلیا گیا اور پوری کی پوری جائے گی تو مجھے فوراً سمجھ آجاتی ہے کہ بڑا خطرہ درپیش ہے۔ بعض احمدی بھولے پن میں مجھے لکھتے ہیں کہ الحمدللہ وہ وقت آگیا کہ جب جماعت کے اوپر لٹکی ہوئی آٹھویں ترمیم کی تلوار جو ہے وہ کاٹ کر الگ پھینک دی جائے گی۔ میں ان کو سمجھاتا ہوں بھولے بچو! خدا کا خوف کرو۔ یہ سودا کیا جا رہا ہے مارکیٹ میں۔ اعلان کیا جا رہا ہے۔ ملاں کو مخاطب کرکے بتایا جا رہا ہے یہ ایک چیز ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم باز نہ آئے اور ہم سے تعاون نہ کیا تو پھر ہم یہ بھی کرسکتے ہیں۔ یہ جو وہ اعلان کرتے ہیں اس کی مثال تو سودا کے اس فقرے کی یاد دلاتی ہے۔ کہ

لانا بے غنچے میرا قلمدان

تو یہ سیاستدان قلمدان مانگتے ہیں۔ اگر تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو ہمارے ہاتھ میں قلم ہے اور نوشتہ تقدیر ہمارے ہاتھ میں آج تھمایا گیا ہے۔ ہم نے اس قلم سے اگر تمہاری امیدوں پر سیاہی پھیر دی تو پھر نہ کہنا ہمیں خبردار نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ بلا استثناء اس

لانا بے غنچے میرا قلمدان

کی آواز سن کر مولوی دوڑا چلا جاتا ہے۔ ان کی چوکھٹوں پہ سجدے کرتا ہے۔ کہتا ہے جو مرضی کرلو ہم حاضر ہیں تعاون کریں گے حکومتیں الٹانے میں تمہارے ساتھ ہوں گے۔ لیکن احمدیوں کے متعلق یہ جو تحریر لکھی گئی ہے اس کو منسوخ نہ کرنا۔ ایک تو یہ قلم ہے جس کی بات کرتے ہیں۔ ایک صاحب لوح و قلم بھی تو ہے جس کے ہاتھ میں لوح بھی ہے اور قلم بھی ہے۔ جس کی لکھی ہوئی تقدیر کو کوئی کاٹ نہیں سکتا اور کوئی باطل نہیں کرسکتا۔

میں اس خدائے لوح و قلم سے تمہیں ڈراتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تم نے اپنے قلم کا غلط استعمال بند نہ کیا تو خدا کا قلم تمہاری قوموں پر، تمہاری ذات پر تنسیخ کا نقش پھیر دے گا۔ تم تاریخ کا حصہ بن جاؤ گے اور دردناک حصہ بن جاؤ گے۔ عبرتناک وجود بن جاؤ گے۔ پس اس لئے خدا کا خوف کرو اور اس عید میں ہمارے ساتھ شامل ہو جو رضائے باری تعالیٰ کی عید ہے۔ خدا کرے کہ کل عالم کو رضائے باری تعالیٰ کی عید نصیب ہو۔ اپنے مظلوم بھائیوں کو بھی میں عید مبارک پیش کرتا ہوں۔ کچھ جیلوں میں پڑے ہوئے سن رہے ہوں گے کچھ جیلوں سے باہر عارضی طور پر ضمانت میں آئے ہیں لیکن پھر بار بار کے چکر عدالتوں کے لگانے ابھی باقی ہیں۔ ان سب کو اور مظلوموں کو اور بیواؤں کو اور یتیموں کو اور مصیبت زدگان کو خصوصیت کے ساتھ اور ہر بڑے اور چھوٹے کو اور مشرق و مغرب کو، افریقہ کے ممالک کو بھی اور چین اور جاپان کے ممالک کو بھی اور دوسری قوموں کو یورپ اور امریکہ اور جنوبی امریکہ اور کینیڈا جہاں جہاں احمدی میری اس آواز کو سن رہے ہیں یا مجھے دیکھ رہے ہیں میں آپ سب کو بہت محبت کے ساتھ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور عید مبارک کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

بقیہ (لفظ حضور کا استعمال) از صفحہ ۴

عنہ جن کا بیان ہے کہ اسی یقطان کی اولاد عرب میں آباد ہوئی اور نہ سر ولیم میور انکار کرتے ہیں"۔

اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

"اس کتاب کے پڑھنے والے الفاظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر جو مسٹر برق ہروط کے نام کے بعد لگائے گئے ہیں بلاشک متحیر ہونگے اور اس حیرت کے رفع کرنے کے واسطے میری دانست میں اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ نہایت ذی فہم و ذی علم گاڈفری ہیگینس صاحب کتاب کی کسی قدر عبارت کا ترجمہ اس جگہ لکھ دیا جائے"۔

"مشہور و معروف سیاح برق ہروط جس نے دارالعلوم کیمبرج میں تعلیم پائی تھی ایک نہایت پر غور تحقیق کے بعد اور خوب سوچ کر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنے عیسائی دوستوں کے مجمع میں بحالت اسلام انتقال کیا"۔

(ہیگنس اپالوجی صـ ۱۰۶ مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء)

ج ۔۔ امام احمد رضا کے تابعین نے ہمیشہ ان کے لئے رضی اللہ ن تعالیٰ عنہ کے اصطلاح استعمال کی ہے۔ چنانچہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی نے ایک کتاب "سوانح اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے عنوان سے مرتب کی جسے نوری بک ڈپو متصل دربار داتا صاحب لاہور نے شائع کیا۔ اسی طرح "العطایا النبویہ" مطبوعہ مطبع۔

د ۔۔ اہل سنت والجماعت بریلی کے سرورق پر درج ہے:۔

"مصنفہ حضور پر نور عظیم البرکتہ امام اہل سنت مجدد زمانہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری رضی اللہ عنہ"۔

اسی طرح سرورق "الملفوظ" مرتبہ مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب قادری نوری، ان کے لئے "ملفوظات حضور پر نور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

س ۔۔ کتاب "سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا" مرتبہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی کے صفحہ ۸۸ پر مولانا سید آل رسول ماہروی اور مولانا سید ابوالحسن نوری مارہروی کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" استعمال ہوا ہے۔

تحریر ہے:۔

"آپ نے سلوک وطریقت کے علوم مولانا آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ سے اور علم تکسیر، علم جعفر کا کچھ ابتدائی حصہ اور اس کے علاوہ دیگر باطنی علوم مولانا سید ابوالحسن نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل فرمائے"۔

پھر صفحہ ۸۹ پر درج ہے:۔

"مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ "حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ" نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب عربی لباس پہنے ہوئے تشریف لائے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی پھر اس بزرگ ہستی کو کبھی نہ دیکھا"۔

(حیات اعلیٰ حضرت)

ظاہر ہے یہاں "حضور" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ بھی خلفاء راشدین یا صحابہؓ کے لئے نہیں بلکہ امام احمد رضاؒ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر یہ جملہ بھی درج ہے:۔

"آستانہ پر اس وقت مولانا آل رسول مارہروی و مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھے۔ ان دونوں حضرات نے پوچھا کہ حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں"۔

س ۔۔ مناقب المحبوبین مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے صفحہ ۴ پر خواجہ نور محمد مہاروی کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" اور خواجہ سلیمان کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

ط ۔۔ ملا صفی اللہ اپنی کتاب "نظم الدرر فی سلک السیر" مطبع فاروقی دہلی میں کئی بار "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

ع ۔۔ مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی غلام رسول قلعوی اپنی کتاب "بسوانح عمری" میں صفحہ ۲۴ پر مولوی عبداللہ الغزنوی کے بارہ میں رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آپ کی مرقد مبارک شہر امرتسر کے متصل دروازہ سلطان ونڈ کے باہر عبدالصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے پر ہے۔ رَضِیَ اللہ عنہ وَاَرْضَاہُ و جعل جنۃ الفردوس منزلہ و ماواہ آمین یارب العالمین"۔

ل ۔۔ اشارات فریدی "مقابیس المجالس" جو خواجہ غلام فرید کا مکمل و مستند مجموعہ کہلاتا ہے اور جسے مولانا رکن الدین نے ترتیب دیا اور اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، نیز صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور نے شائع کیا، میں حافظ جمال اللہ خواجہ محمد عاقل اور خواجہ محمد سلیمان کے ناموں کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہوا ہے"۔

(دیکھیں صـ ۴۳۸، ۴۳۹)

اسی طرح مولانا فخرالدین دہلوی، خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی، خواجہ معین الحق والدین اجمیری کے لئے بھی "رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

(دیکھیں صـ ۲۲۲، ۲۲۳)

اور صفحہ ۲۷۰ پر خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے ساتھ اور صفحہ ۲۷۱ پر مولانا فخر جہاں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

اور صفحہ ۴۱۲ پر بایزید بسطامی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صفحہ ۴۱۳ پر شیخ ابو بکر واسطی اور شیخ جنید کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ استعمال کی گیا ہے۔

آخر میں میں شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب "کشف الغمہ عن جمیع الامہ" کے صفحہ ۴۶۳ کی ایک عبارت نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اس عبارت میں درج ہے کہ:۔

كَانَ ﷺ يَقُولُ اَيّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَمْ تَكُنْ عِنْدَهُ صَدَقَةٌ فَلْيَقُلْ فِي دُعَائِهِ اللّٰهُم صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ فَاِنَّهَا زَكَاةٌ، وَلَا يَشْبَعُ مُؤْمِنٌ خَيْرًا حَتّٰى يَكُونَ مُنْتَهَاهُ فِي الْجَنَّةِ.

پس ثابت ہوا کہ مومنین اور صالحین کے لئے صرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال ہی جائز نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمام مومنین اور مسلمانوں پر درود شریف پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

اور یہ اصول جیسا ہے ہم اوپر واضح کر چکے ہیں مدت مدید سے چلا آ رہا ہے۔ لہٰذا الفضل یا کسی اور احمدیہ لٹریچر میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی موعود ہو کر تشریف لائے کے نام کے ساتھ لفظ "حضور" لگا دیا جائے یا "علیہ السلام" کہا جائے یا یہ لکھ دیا جائے کہ "خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوا" تو توہین رسالت کیسے ہو گئی۔ مگر ان جاہل ملاؤں کا کیا کیا جائے۔ ان کے نزدیک تو اگر ایک احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کچھ کہے یا درود شریف پڑھے تو وہ بھی توہین رسالت کے جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

پہرے

دعویٰ عشق پہ تعزیر ، وفا پر پہرے!
دل کی آواز پہ قدغن ہے دعا پر پہرے!
کوئی دیوانہ سر دشت وفا مت آئے
ہائے اس دیس میں ہیں اہل وفا پر پہرے
ڈال سکتے ہو زبانوں پہ جفا کے تالے!
تم بٹھا سکتے نہیں آہ رسا پر پہرے!
پھولتا پھلتا چلا جاتا ہے احمد کا شجر
باغبانو! ذرا اس نشو و نما پر پہرے!
جانتے ہو کہ خدائی ہے ہماری دشمن!
اک خدا ہی تو ہمارا ہے۔ خدا پر پہرے؟
وقت ہے ہاتھ سے نہ وقت نکل جائے کہیں!
اس کے ہاں دیر تو ہے۔ سوچ لو۔ اندھیر نہیں!!

(پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پروازی)

کیا ہفتہ وار "الفضل انٹرنیشنل" لندن آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے؟ اور کیا آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو آج ہی حسب ذیل پتہ پر رابطہ کر کے اسے اپنے نام لگوالیں

اخبار کا سالانہ چندہ
برائے برطانیہ = ۲۵ پاؤنڈ
برائے یورپ = ۲۷ پاؤنڈ
برائے امریکہ، کینیڈا و دیگر ممالک = ۳۶ پاؤنڈ

رابطہ کے لئے پتہ:
16 Gressenhall Rd.,
London SW18 5QL,
U.K.

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

ASIAN JEWELLERY AT
DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS
WELCOME
DHULAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
دعوت الی اللہ کے میدان میں

عبدالسمیع خان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے خدا نما اور خدا کی طرف بلانے والے وجود تھے۔ سورہ احزاب کی آیت ۴۷ میں آپ کو "داعی الی اللہ" قرار دینے کے ساتھ ہی "سراجاً منیراً" یعنی چمکتے ہوئے چراغ اور سورج کا لقب بھی عطا فرمایا۔ اس ترتیب میں یہ حکمت بھی نظر آتی ہے کہ اس چراغ سے اور چراغ جلیں گے۔ اس سورج کے طفیل نئے نئے چاند اور ستاروں کی کہکشاں تخلیق کی جائے گی۔ اور دعوت الی اللہ کی وہ لو جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر میں جل رہی ہے وہ سینہ بہ سینہ روشن ہوتی جائے گی اور شش جہات اس سے منور ہوں گے۔

اس مضمون کو قرآن کریم کے دیگر مقامات پر نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ الذاریات کی ابتدائی آیات میں صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی جدوجہد کو ہواؤں سے تشبیہ دی گئی ہے اور مرحلہ وار ان کا ذکر کر کے غلبہ حق کی بشارت دی گئی ہے۔

(دیکھئے الذاریات: ۱ تا ۶، حاشیہ تفسیر صغیر از حضرت مصلح موعودؓ)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اس مقدس امانت کی جس طرح حفاظت کی اور جس طرح نور نبوت سے اپنے دلوں کو روشن کیا اور پھر اس کی اشاعت کے لئے کوشاں رہے۔ مذہبی دنیا کی کوئی دوسری تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

صحابہ رسولؐ کی دعوت الی اللہ کی ایمان افروز داستان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دعوت الی اللہ کی خاطر ہر نیک راہ اور پاک راستہ اختیار کیا لیکن سب سے بڑا ہتھیار ان کا نیک چلن اور قابل رشک کردار تھا۔ خدا کو پا کر انہوں نے خدا کی طرف اس درد سے بلایا کہ دل کھنچے چلے آئے اور دنیا کی سب سے بڑی روحانی جنگ اسلام کے حق میں جیت لی گئی۔

آیئے اس میدان کے بعض نظاروں سے تسکین حاصل کریں۔

چراغ سے چراغ

السابقون الاولون میں سے سب سے بزرگ نام حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ جن کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی آپ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام قبول کرتے ہی مزید چراغ روشن کرنے شروع کر دئے۔ ان کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والوں میں خاص طور پر حضرت عثمانؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت ارقمؓ کے نام لئے جاتے ہیں۔ ان میں سے پانچ وہ بھی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

یہ لوگ جو بعد میں اسلامی عمارت کے ستون قرار دئے گئے ان کی فتح کے پس منظر میں دلائل کا کوئی انبار نہیں بلکہ حضرت ابو بکرؓ کا کردار نظر آتا ہے جس کی گواہی مکہ کے ایک رئیس نے قریش مکہ کے مجمع عام میں دی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ ہجرت مدینہ سے بہت پہلے رسول اللہؐ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے۔ ان کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوئی جو عرب میں سید القارہ کے لقب سے ممتاز تھا۔ اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ فرمایا مجھے میری قوم نے یہاں سے نکال دیا ہے۔ اب زمین میں پھر کر خدا کی عبادت کروں گا۔ اس نے کہا تم جیسا شخص اس سرزمین سے نہیں نکالا جا سکتا اور نہ نکل سکتا ہے۔ تم غریبوں کے ہمدرد ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، قوم کی دیت اور تاوان کا بار اٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، قومی مصائب میں قوم کی اعانت کرتے ہو، میں تمہارا ضامن ہوں۔ چلو اور یہیں رہ کر خدا کی عبادت کرو۔

(بخاری کتاب الکفالہ باب جوار ابی بکر صدیق)

ذرا غور فرمایئے ابن الدغنہ کے الفاظ ہو بہو وہی ہیں جو حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلی وحی کے وقت عرض کئے تھے اور یہ کردار ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

حضرت نعیم بن عبداللہؓ نہایت فیاض صحابی تھے اور ہجرت سے قبل مکہ میں بنو عدی کی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ کفار پر ان کی نیکی کا یہ اثر تھا کہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک لیا اور کہا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو مگر یہاں سے مت جاؤ۔ اگر کوئی تم سے تعرض کرے گا تو سب سے پہلے ہماری جان تمہارے لئے قربان ہوگی۔

(اسدالغابہ جلد ۵ صہ ۳۳)

ہجرت سے تھوڑا عرصہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کو اپنا معلم بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے واپس جا کر اسلام کی صدا بلند کی تو نصف قبیلہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور نصف نے کہا کہ ہم حضور کی ہجرت کے بعد ایمان لائیں گے۔ چنانچہ آپ مدینہ آئے تو وہ لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان کو دیکھ کر قبیلہ اسلم نے بھی اسلام کے سامنے سر جھکا دیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابی ذرؓ)

حضرت قیس بن یزید کے اثر سے ان کی قوم مسلمان ہوئی۔

(اسدالغابہ جلد ۴ صہ ۲۲۹)

قبیلہ ہمدان عامر بن شہر کی ایمانی قوت سے اسلام لایا۔

(ابو داؤد کتاب الخراج باب فی حکم ارض الیمن)

حضرت علیؓ نے یمن میں اسلام کی اشاعت کی اور حضرت علاء بن عبید اللہ حضرمی نے بحرین میں صداقت کا جھنڈا بلند کیا۔

(فتح البلدان صہ ۸۵)

انگریز مستشرق پروفیسر تھامس آرنلڈ (۱۸۶۴ء ـ ۱۹۳۰ء) لکھتے ہیں:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن مرہ کو مسلمان ہونے کے بعد ان کے قبیلہ جہینہ میں دعوت اسلام کے لئے روانہ فرمایا۔ اور وہ اپنی کوششوں میں اس قدر کامیاب ہوئے کہ ایک فرد کے سوا سارا قبیلہ اسلام کی آغوش میں آگیا"۔

(دعوت اسلام صہ ۵۴)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے اثر سے ان قبیلہ کے ۷۰، ۸۰ گھرانوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی توفیق پائی۔

(اسدالغابہ جلد ۳ صہ ۵۴)

مدینہ کی فتح

انصار میں سے اولاً چھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کیا اور مکہ سے پلٹ کر تبلیغ کا فرض ادا کرنا شروع کیا اور ان کو اس قدر پھل لگا کہ معمولی عرصہ میں انصار کا کوئی گھر کلمہ توحید کی آواز سے نا آشنا نہ رہا۔ دوسرے سال یعنی ۱۱۔ نبوی میں بارہ آدمی آئے اور آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی درخواست پر حضور نے مصعب بن عمیرؓ کو مبلغ کے طور پر روانہ فرمایا۔ جنہوں نے دیگر صحابہ کے ساتھ تبلیغی لحاظ سے ایک طوفان برپا کر دیا۔ ۱۲ ہجری میں ۷۲ افراد نے بیعت کی جن میں سے حضورؐ نے ۱۲ نقباء بھی مقرر فرمائے۔ ان لوگوں نے اس قدر جانفشانی سے تبلیغ کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل انصار کے دو قبائل کی بھاری اکثریت مسلمان ہو چکی تھی۔ پس مدینہ کی فتح میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کا کردار مذہب کی تاریخ کا عظیم الشان باب ہے۔

روحانی اسلحہ

نادان دشمن یہ الزام لگاتا ہے کہ صحابہؓ نے تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلایا ہے مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تلوار لوہے کی نہیں خلق نبویؐ اور سیرت محمدیؐ کی تلوار تھی جو صرف عرب کو ہی نہیں تا حد نظر دنیا کو فتح کرتی چلی جاتی تھی اور جس کی نوشتوں میں بشارتیں دی گئی تھیں۔ غزوہ بدر کے قیدیوں میں سے کئی ایک اس تلوار سے شکار ہوئے جن کے ساتھ قید کے دوران بہت عمدہ سلوک کیا گیا اور ان کے دل گھائل ہو گئے۔ غزوہ بدر کے قیدیوں سے حسن سلوک کا ذکر کرتے ہوئے مشہور مورخ سر ولیم میور (۱۸۱۹ء تا ۱۹۰۵ء) لکھتے ہیں:۔

"محمد کی ہدایت کے ماتحت انصار اور مہاجرین نے کفار کے قیدیوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا۔ چنانچہ بعض قیدیوں کی اپنی شہادتیں تاریخ میں ان الفاظ میں مذکور ہیں کہ خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو گندم کی پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجور کھا کر پڑ رہتے تھے۔ اس لئے ہم کو یہ معلوم کر کے تعجب نہ کرنا چاہئے کہ بعض قیدی اس نیک سلوک کے اثر کے نیچے مسلمان ہو گئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا گیا.... جو قیدی اسلام نہیں لائے ان پر بھی نیک سلوک کا اچھا اثر تھا۔

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین جلد ۲ صہ ۱۵۵)

ان قیدیوں میں ایک لڑکا وہب بھی تھا جس کے والد عمیر مکہ سے اس کو چھڑانے کے بہانے اس نیت سے مدینہ آئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دیں مگر اہل مدینہ کی اداؤں نے ان کا خاتمہ کر دیا اسلام قبول کیا اور واپس جا کر قریش کو دعوت اسلام دی اور ان کے اثر سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

(اسدالغابہ تذکرہ عمیر بن وھب جلد ۴ صہ ۱۴۸)

ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ پیاس سے بیتاب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے تو حسن اتفاق سے ایک عورت مل گئی جس کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا۔ صحابہ کرامؓ اس عورت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور آپ کی اجازت سے پانی کو استعمال کیا۔ مگر معجزانہ طور پر مشکیزہ کا پانی ہرگز ذرہ بھر بھی کم نہ ہوا اور ساتھ ہی حضور نے احساناً معاوضہ بھی عطا فرمایا۔

لیکن صحابہؓ پر اس عورت کے احسان کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں جب اس عورت کے گاؤں کے آس پاس حملہ کرتے تو خاص اس عورت کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر اس منت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اس نے تمام خاندان والوں کو قبول اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔

(بخاری کتاب الغسل باب الصعید الطیب وضوء المسلم)

پاک نمونے

ایرانیوں کا ایک سردار ہرمزان نامی تھا۔ ایرانی جب قادسیہ کے میدان میں شکست کھا کر

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM USMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

بھاگے تو اس شخص نے خوزستان کے علاقہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ مسلمانوں نے اسے شکست دی تو اس نے اطاعت قبول کر لی۔ مگر کئی دفعہ بغاوت کی۔ یہاں تک کہ آخری بار اس نے شکست کھا کر کہا کہ میں صلح کرتا ہوں شرط یہ ہے کہ مجھے مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا جائے۔ وعدہ کے مطابق اسے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچایا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے بد عہدی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا مجھے پیاس لگی ہے۔ پانی لایا گیا تو پیالہ پکڑ کر کہنے لگا آپ مجھے پانی پینے کی حالت میں قتل کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک تم یہ پانی نہ پی لو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ سنتے ہی اس نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا کہ میں اسے پیتا ہی نہیں۔ اب آپ مجھے وعدہ کے مطابق قتل نہیں کر سکتے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ حضرت عمرؓ کے قول میں اس قسم کے وعدہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ ایک عمومی رنگ میں بات کی گئی جسے دشمن توڑ مروڑ کر فائدہ اٹھا رہا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ کا کردار یہ تھا کہ آپ نے فرمایا تم نے مجھے دھوکہ دیا تھا مگر میں وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔ بد عہدی کے مقابلہ میں عہد کی پابندی اور قدرت رکھنے کے باوجود عفو اور احسان کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

(العقد الفرید لابن عبد ربہ جز اول صہ ۱۲۵ کتاب الفریدہ فی الحروب باب المکیدہ فی الحرب)

ایک جنگ میں حضرت علیؓ نے ایک جنگجو کافر کو زیر کر لیا اور پھر تلوار سے اس کی گردن کاٹنے کا ارادہ کر لیا۔ اپنا آخری وقت دیکھ کر کافر نے غیظ و غضب کے عالم میں حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے تلوار پھینک دی اور کافر کو چھوڑ دیا۔ وہ کافر آپ کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا یہ عفو و درگزر کا کون سا موقع ہے۔ آپ نے فرمایا تجھ سے میری لڑائی صرف اللہ کی خاطر تھی لیکن تو نے میرے منہ پر تھوک کر مجھے غصہ دلایا اور میرے دل میں ذاتی انتقام کی خواہش پیدا ہو گئی اس طرح میری لڑائی کا مقصد فوت ہو گیا۔ اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اس کافر نے شیر خدا کی یہ گفتگو سنی تو اس کے دل سے کفر کی نجاست دور ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اسے دیکھ کر اس کے بہت سے رشتہ دار اور ہم قوم بھی اسلام لے آئے۔

(حکایت رومی صہ ۵۷)

حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی ایک گم گشتہ زرہ ایک عیسائی کے پاس سے ملی۔ وہ اسے لے کر قاضی شریح کی عدالت میں حاضر ہوئے اور عام آدمی کی طرح بیان دیا کہ زرہ میری ہے مگر ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا اس لئے قاضی نے عیسائی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور وہ زرہ لے کر چلتا بنا۔ مگر تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء کے فیصلے ہیں۔ ایک امیر المومنین مجھے اپنے مقرر کردہ قاضی کی عدالت میں لایا مگر فیصلہ اس کے خلاف ہوا۔ مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ زرہ آپ کی ہے اور پھر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ اب چونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو اس لئے یہ زرہ تمہاری ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس شخص نے نہروان میں حضرت علیؓ کے ہمراہ خوارج سے جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔

(مسلمان حکمران صہ ۱۶۰)

نیکو کار مسافر

اللہ تعالیٰ اشاعت اسلام میں صحابہ کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے پیش گوئی کے رنگ میں فرماتا ہے:

بایدی سفرة کرام بررة

(سورہ عبس: ۱۶،۱۷)

یعنی قرآنی شریعت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اعلیٰ درجہ کے نیکو کار ہیں اور صحابہ نے اس پیش گوئی کو اپنے عمل سے خوب سچا کر دکھایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بشارت دی تھی کہ خدا تمہیں مصر پر غالب کرے گا مگر ساتھ ہی فرمایا کہ فتح کے بعد وہاں کے باشندوں سے حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرنا۔ کیونکہ میری دادی ہاجرہ وہاں سے تعلق رکھتی تھی۔

(مسند احمد جلد ۵ صہ ۱۷۴)

صحابہؓ نے مصر کو فتح کیا اور اس وصیت پر عمل کیا اور جب وہاں کے پادریوں سے بہت احسان و مروت کا معاملہ کیا گیا تو انہوں نے متحیر ہو کر وجہ پوچھی تو انہیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارا مصر سے رحمی تعلق ہے اس کا خیال رکھنا۔ اسے سن کر ایک پادری نے کہا کہ اتنے صدیوں پرانے اور سینکڑوں میل دور کے رشتہ کا خیال سوائے ایک نبی کے اور کوئی نہیں رکھ سکتا اور یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا۔

(بحوالہ اصحاب احمدؑ جلد ۵ حصہ دوم صہ ۲۸)

مصر کا ایک بہت بڑا رئیس شطا نامی مسلمانوں کے اخلاقی محاسن کا گرویدہ ہو کر دو ہزار آدمیوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(تاریخ مقریزی، بحوالہ سیر الصحابہؓ جلد ۵ حصہ دوم صہ ۱۳۵)

۱۴ ہجری میں جنگ قادسیہ میں ایک ایرانی گرفتار ہو کر آیا۔ اس کو مسلمانوں کی وفاداری، راستبازی اور ہمدردی کا منظر نظر آیا تو بے ساختہ کہنے لگا کہ جب تک تم میں یہ اوصاف موجود ہیں تم شکست نہیں کھا سکتے۔ اب مجھے ایرانیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور مسلمان ہو گیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم صہ ۳۰، مطبوعہ ۱۹۳۹ء)

CAN YOU SERIOUSLY
AFFORD TO TRAVEL BY
AIR WITHOUT FIRST
CHECKING OUR PRICES?
PHONE US FOR A QUOTE

Atlas
Travel

061 759 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY

حکمت کے راز

دعوت الی اللہ کی کامیابی کا ایک گر حکمت اور موعظہ حسنہ ہے اور صحابہؓ اس میدان کے خوب شہسوار تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں تبلیغ کی خدمت سرانجام دے رہے تھے اور حضرت اسعد بن زراہؓ کے مکان پر رہائش رکھتے تھے۔ حضرت اسعدؓ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ سے کہا کہ سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے رئیس ہیں۔ ہمارے سخت مخالف ہیں جس کی وجہ سے ان کا قبیلہ اسلام کی طرف توجہ نہیں کرتا ان کو تبلیغ کرنی چاہئے۔ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ اور حضرت مصعبؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت مصعبؓ نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے۔ سعد نے منظور کیا تو حضرت مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن کو سن کر سعد بن معاذ کلمہ شہادت پکار اٹھے اور مسلمان ہو گئے۔

(سیر الصحابہؓ جلد ۳ حصہ دوم صہ ۱۳)

عرب میں دستور تھا کہ سرداران قبائل خاص طور پر اپنے لئے بت بنوا کر گھروں میں رکھتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس طریقہ کے مطابق مدینہ میں قبیلہ بنو سلمہ کے سردار عمرو بن جموح نے ایک لکڑی کا بت بنوا کر گھر میں رکھا ہوا تھا۔ بنو سلمہ کے چند نوجوانوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے ان پر بت پرستی کی حقیقت واضح کرنے اور توحید کی طرف راغب کرنے کے لئے ایک دلچسپ طریقہ اختیار کیا۔ یہ نوجوان جن میں معاذ بن جبلؓ اور معاذ بن عمروؓ شامل تھے رات کو خفیہ طور پر آتے اور گھر والوں کو سوتا پا کر بت کو اٹھا لاتے اور باہر گڑھے میں پھینک دیتے۔ صبح کو اٹھ کر عمرو سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لے جاتے، نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھ دیتے۔ آخر عاجز آ کر ایک دن بت کی گردن میں تلوار لٹکائی اور کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا۔ اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو کرو۔ یہ تلوار موجود ہے۔ ان لڑکوں کو اب ایک اور چال سوجھی۔ رات کو آ کر بت کو اٹھایا، گردن سے تلوار علیحدہ کی اور بت کے ساتھ ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر کنویں پر لٹکا دیا۔ عمرو نے یہ کیفیت دیکھی تو چشم بصیرت روشن ہو گئی اور نوجوانوں کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔

(سیرت ابن ھشام جلد اول دوم صہ ۴۵۲)

حضرت عبادہ بن صامتؓ مکہ سے مسلمان ہو کر پلٹے تو مکان پر پہنچتے ہی والدہ کو مشرف بہ اسلام کیا۔ کعب بن عجرہ ایک دوست تھے اور ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ان کے گھر میں ایک بڑا سا بت رکھا تھا۔ حضرت عبادہؓ کو فکر تھی کہ کسی صورت میں یہ گھر بھی شرک سے پاک ہو۔ موقعہ پا کر اندر گئے اور بت توڑ ڈالا۔ کعب کو ہدایت نصیب ہوئی اور وہ جمعیت اسلام میں آ ملے۔

(سیر الصحابہ جلد ۵ حصہ دوم صہ ۴۹)

حضرت ابو طلحہؓ ایک درخت کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت ام سلیمؓ نے نکاح کی خواہش کی تو انہوں نے کہا، ابو طلحہ کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ تو زمین سے اگا ہے۔ بولے مجھے معلوم ہے۔ بولیں تو کیا تمہیں درخت کی عبادت سے شرم نہیں آتی؟۔ چنانچہ جب تک انہوں نے بت پرستی سے توبہ کر کے کلمہ توحید نہیں پڑھا۔ انہوں نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا۔ اور ابو طلحہ کے اسلام قبول کرنے کو ہی اپنا حق مہر تسلیم کیا۔

(الاصابہ جلد ۴ صہ ۴۴۲)

پر خار سفر

یہ تو صحابہ کا ذوق شوق اور جذبہ ایمانی کا ذکر تھا مگر دعوت الی اللہ کی راہ ایک پر خار راہ ہے اور قدم قدم پر مشکلات پیش آتی ہیں۔ لیکن یہ دکھ اہل عشق کے لئے روح کی غذا ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ جب اسلام لائے تو ایک تقریر کے ذریعہ قریش کو اسلام کی دعوت دی۔ کفار نے توحید کی منادی سن کر ان پر حملہ کر دیا اور اس قدر مارا کہ حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ بنو تیم کو ان کی موت کا یقین آ گیا۔ اور وہ ان کو کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے۔ شام کے وقت افاقہ ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے رسول کریمؐ کا حال پوچھا اور جب تک حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے انہیں چین نہیں آیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ ام الخیر جلد ۵ صہ ۵۸۰)

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے اسلام قبول کرتے ہی خانہ کعبہ میں اسلام کا اعلان کیا اور دعوت توحید دی تو دشمنوں نے اس قدر مارا کہ تمام بدن لہو لہان ہو گیا۔

(مسلم کتاب الفضائل، فضائل ابو ذر)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک دن دوسرے صحابہ کے منع کرنے کے باوجود قریش کو سنانے کے لئے قرآن کریم کی چند آیات کی بلند آواز سے تلاوت کی۔ کفار نے اس قدر مارا کہ چہرے پر نشان پڑ گئے مگر انہوں نے صحابہؓ سے کہا کہ اگر اجازت دو تو کل پھر اسی طرح قرآن کی تلاوت کروں۔

(اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ)

شان شہادت

اس راہ میں صحابہ نے جانی قربانی کی بھی حیرت انگیز مثالیں پیش کیں۔ صفر ۴ ہجری میں آنحضرتؐ نے قبائل عضل اور قارہ کے نمائندوں کی اس درخواست پر دس مبلغین صحابہؓ کا ایک قافلہ روانہ کیا کہ ہمیں مسلمان بنانے اور ہماری تربیت کے لئے چند افراد ہمارے علاقہ میں بھیجے جائیں مگر یہ لوگ جھوٹے اور دغاباز تھے اور ان کے دو سو تیر اندازوں نے مقام رجیع پر ان دس معصوم صحابہؓ کو شہید کر دیا۔ مگر شہادت اس شان سے قبول کی کہ دلوں پر لرزہ طاری کر گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو آخری سانسوں تک حقیقی داعی الی اللہ بنے رہے۔ ان صحابہؓ میں ایک حضرت خبیب بن عدیؓ بھی تھے جنہیں دشمنوں نے قید کر لیا اور سولی پر لٹکایا تھا۔ انہوں نے قید کی حالت میں ایسے عالی کردار

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
2 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

تاریخ احمدیت
۱۸۸۳ء

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ مارچ ۱۹۹۴ء میں فرمایا تھا کہ یہ دور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں بہت غیر معمولی طور پر مبارک اور عظیم دور ہے۔ حضور نے یہ بھی بتایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۸۲ء میں ماموریت کا پہلا الہام ہوا اور ۱۹۸۲ء میں مجھے منصب خلافت پر فائز فرمایا۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سو سالہ تاریخ اول سے آخر تک دہرائی جا رہی ہے اور وہ ساری برکتیں اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرما رہا ہے۔ اس کالم میں ہم انشاء اللہ آپ کی خدمت میں تاریخ احمدیت کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات پیش کیا کریں گے

کا مظاہرہ کیا کہ اس گھر کے فرد انہیں بھول نہ سکے۔ ایک ایسا موقع آیا کہ استرا ان کے ہاتھ میں تھا اور گھر کا ایک بچہ ان کے قریب چلا گیا۔ بچے کی ماں دور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل تو کانپ اٹھا مگر حضرت خبیب ؓ نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ میں اس کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ وہ عورت جس کا نام ماویہ یا ماریہ تھا خبیب ؓ کے اعلیٰ اخلاق سے اس قدر متاثر تھی کہ بعد میں مسلمان ہو گئی اور کہا کرتی تھی کہ خبیب ؓ کو خدائی رزق عطا ہوتا تھا۔ میں نے انہیں انگور کھاتے دیکھا جبکہ مکہ میں انگوروں کا کوئی نشان نہیں تھا اور خبیب ؓ آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ الرجیع
و سیرت ابن ہشام جلد ۳ صـ ۱۶۵)

حضرت خبیب ؓ کو جب شہید کیا گیا تو اس مجمع میں ایک شخص سعید بن عامر بھی شریک تھا۔ یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گیا اور حضرت عمر ؓ کی خلافت میں والی بنایا گیا۔ مگر جب کبھی اسے حضرت خبیب ؓ کا دردناک واقعہ اور ان کی جرات مندانہ شہادت یاد آتی تو اس پر غشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۳ صـ ۱۶۶)

واقعہ رجیع کے تھوڑے عرصے بعد قبیلہ بنو سلیم کی شاخ قبائل رعل اور ذکوان نے درخواست کی کہ ہمارے ہاں کچھ مبلغ بھجوائے جائیں۔ حضور ؐ نے ستر قاری یعنی قرآن خوان انصار ان کے ساتھ روانہ فرمائے مگر دشمنوں نے انہیں بھی دھوکہ کے ساتھ ظالمانہ طور پر شہید کر دیا اور صرف دو صحابہ ؓ زندہ بچ سکے۔ اسے بئر معونہ کے واقعہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اس قافلہ کے ایک فرد حضرت حرام بن ملحان ؓ کو عین اس وقت شہید کیا گیا جب وہ حضور ؐ کی طرف سے قبیلہ عامر کے رئیس عامر بن طفیل کو دعوت اسلام دے رہے تھے۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے:۔

"اللہ اکبر، فُزْتُ وَرَبِّ الکعبۃ اللہ اکبر
کعبہ کے رب کی قسم میں نے مراد پالی۔

(بخاری کتاب المغازی، غزوہ رجیع و بئر معونہ)

درحقیقت اللہ کی طرف بلاتے ہوئے جان دے دینا ہی صحابہ ؓ کی دلی مراد اور تمنا تھی اور یہی الفاظ ان کے منہ سے نکلتے تھے۔ بئر معونہ کے موقعہ پر شہید ہونے والے ان صحابہ ؓ میں عامر بن فہیرہ بھی تھے جنہیں جبار اسلمی نے شہید کیا تھا۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گیا اور اپنے مسلمان ہونے کی یہ وجہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے عامر کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا فزت واللہ (یعنی خدا کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا)۔ میں یہ الفاظ سن کر متعجب ہوا کہ مرنے کا اس کی مراد سے کیا تعلق ہے؟ میں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ مسلمان خدا کے رستے میں جان دینے کو سب سے بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں۔ اس بات کا میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آخر اسی اثر کے تحت میں مسلمان ہو گیا۔

(زرقانی جلد ۲ صـ ۷۸
سیرت ابن ہشام جلد ۳ صـ ۱۸۷)

عورتیں بھی اس میدان میں پیچھے نہیں رہیں۔ حضرت ام شریک ؓ کا واقعہ دعوت الی اللہ کے فدایانہ جذبہ اور جواب میں الٰہی نصرت کی غیر معمولی مثال ہے۔ آپ قبیلہ عامر بن لوئی سے تعلق رکھتی تھیں اور اسلام قبول کرنے کی توفیق پائی تو مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے قید کر لیا اور کئی دن سخت بھوک اور پیاس کی حالت میں رکھا۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ام شریک ؓ کو غیبی رزق عطا فرمایا اور اس معجزہ سے متاثر ہو کر ان کو قید کرنے والے اسلام لے آئے اور ان کو رہا کر دیا۔

(الاصابہ جلد ۴ صـ ۴۴۶)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی ؓ قبیلہ ثقیف کے سردار اور نہایت ہر دلعزیز تھے۔ غزوہ طائف کے بعد حضور مدینہ کی طرف عازم سفر تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور واپس آکر حضور ؐ کی اجازت سے اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی مگر قوم نے انہیں شہید کر دیا۔

(اسد الغابہ، تذکرہ عروہ بن مسعود جلد ۳ صـ ۴۶)

بہار جاوداں

حضرت عروہ ؓ شہید ہو گئے مگر ان کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ اور ایک وقت آیا کہ ان کا قبیلہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں میں شامل ہو گیا اور ان کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے لگا اور درحقیقت دعوت الی اللہ کی تاریخ کا یہی خلاصہ ہے۔ عشق و وفا کے کھیت خوں سینچے سے ہی پنپتے ہیں۔ پس اسلام کے باغ پر جو بہار آئی ہے وہ رسول کریم ؐ کے سچے متبعین کی سچی قربانیوں کا ایک لازمی نتیجہ تھا جو پہلے براہ راست نبوت کی نگرانی میں اور پھر خلافت راشدہ کے تابع اس خوشبو کو عام کرتے رہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ ؓ کے اس بیکراں جذبہ اور ان کی کامیابیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"دیکھو کہ اس مرد کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑا سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کی طرف ان کو منتقل کیا۔ یہاں تک کہ ان کا کفر پاش پاش ہو گیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزاء بہیئت اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے اور ان کے دلوں میں پرہیز گاری کے نور چمک اٹھے اور ان کی پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے اور ان کی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالک شرقیہ اور غربیہ تک پہنچے اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا..... اور انہوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے اٹھا نہ رکھا۔ یہاں تک کہ دین کو فارس اور چین اور روم اور شام تک پہنچا دیا۔ اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پہنچے۔ انہوں نے موت کے سامنے سے منہ نہ پھیرا اور ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ کاردوں سے ذبح کئے گئے"۔

(نجم الہدیٰ۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صـ ۴۱، ۴۳)

یہی پیغام اس زمانہ کے داعیان الی اللہ کو دیا گیا ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ؑ فرماتے ہیں:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے، ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے"۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ صـ ۱۰)

مسجد مبارک کی تعمیر

قادیان میں مسجد اقصیٰ کی موجودگی میں کسی اور مسجد کی بظاہر ضرورت نہیں تھی کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور معدودے چند افراد کے سوا اس میں کوئی نمازی ہی نہیں تھا مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام معمور الاوقات انسان تھے اور مستقبل قریب میں آپ کے سپرد تحریک احمدیت کی قیادت ہونے والی تھی اور آپ کے ہاتھوں اسلام کی تائید میں عالمگیر قلمی جنگ کے آغاز کا زمانہ قریب آ چکا تھا۔ اس لئے حضرت کو پیش آنے والی وسیع علمی و روحانی سرگرمیوں کے لئے ایک ایسے بیت الذکر کی ضرورت تھی جو آپ کے تاریخی چوبارے کے پہلو ہی میں (جو الہام میں "بیت الفکر" کے نام سے موسوم ہوا اور جس میں آپ نے "براہین احمدیہ" ایسی عظیم الشان کتاب تحریر فرمائی) موجود ہو۔ تاکہ تصنیف و تالیف کی مصروفیات کے دوران میں ایک لحہ بھی ضائع کئے بغیر نمازوں کے التزام کے علاوہ جب چاہیں اپنے مولائے حقیقی کے آستانہ پر بالحاح و زاری عجز و نیاز کر سکیں۔ چنانچہ اس نوع کی متعدد آسمانی مصلحتوں کے مطابق حضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھاری بشارتوں کے ساتھ ایک مسجد کے قیام کی تحریک ہوئی۔ یہ مسجد جو مسجد مبارک کہلاتی ہے آج بھی پوری شان و عظمت کے ساتھ قادیان میں موجود ہے اور عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔

مسجد مبارک کی بنیاد (حضرت پیر سراج الحق صاحب ؓ کی عینی شہادت کے مطابق) ۱۸۸۲ء میں اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ؓ کی تحقیق کے مطابق ۱۸۸۳ء میں رکھی گئی تھی۔ حضرت کے چوبارے کے ساتھ جہاں اس مسجد کی تاسیس ہوئی دراصل کوئی موزوں جگہ موجود نہیں تھی۔ کیونکہ "بیت الفکر" کے عقب میں گلی تھی اور گلی کے ساتھ آپ کے چچا مرزا غلام محی الدین کا رقبہ تھا جس میں ان کے خراس کی قدیم عمارت کے کھنڈر بکھرے پڑے تھے اور اس کے بقیہ آثار میں سے شمالی جانب ایک بوسیدہ سی دیوار کھڑی تھی۔ حضرت نے اسی دیوار اور اپنے گھر کی جنوبی دیوار پر اپنے باغ کی دیسی لکڑی سے مسقف تیار کرایا۔ اینٹوں کی فراہمی کے لئے بعض پرانی بنیادوں کی کھدائی کی گئی اور مسجد کی تعمیر آپ کے خاندانی معمار پیراندتا نے شروع کر دی۔ ۳۰۔ اگست ۱۸۸۳ء میں مسجد کی سیڑھیوں کے بننے کا مرحلہ آیا۔ مسجد کا اندرونی حصہ حتمی طور پر ۹۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء تک ایک گونہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا لیکن اس کی سفیدی بعد کو ہوئی۔

قدیم مسجد مبارک کا اندرونی منظر

مسجد مبارک کی اندرونی عمارت کے تین حصے تھے۔ پہلا اور غربی حصہ امام کا محرابی گوشہ تھا جس کے مغرب اور شمال میں دو کھڑکیاں اور شرقی دیوار میں ایک دروازہ تھا جو لکڑی کے تختے سے بند ہو کر دو ایک فرد کی خلوت نشینی کے لئے ایک نہایت مختصر مگر مستقل حجرہ بن جاتا تھا۔ وسطی حصے میں چھ چھ نمازیوں کی دو صفوں کی گنجائش تھی۔ اسی حصے میں "بیت الفکر" کو کھڑکی کھلتی تھی۔ مقابل کی جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی روشنی کے لئے نصب تھی اور باہر کے مشرقی حصہ سے الحاق کے لئے ایک دروازہ لگا دیا گیا تھا۔ مسجد کا شرقی حصہ وسطی حصہ سے نسبتاً بڑا تھا یعنی اس میں بعض اوقات تین حصوں میں کم و بیش پندرہ آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اس حصے سے باہر ایک طرف زینہ تھا اور دوسری طرف نمازیوں کے وضوء وغیرہ کے لئے جگہ اور غسلخانہ بھی بنایا گیا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گرمیوں میں استراحت بھی فرماتے تھے اور اس میں سرخی کے چھینٹوں کا نشان بھی ظاہر ہوا۔ شرقی حصے میں تین دروازے تھے۔ پہلا شمالی دیوار میں تھا جو حضرت

Kenssy

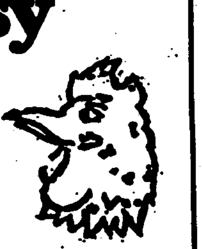

Fried Chicken

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

SELF SERVICE
DRY CLEANERS
J & L LAUNDERETTE
150 PARK ROAD
KINGSTON UPON
THAMES

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY-LONDON ISSN: 1352 9587 TELEPHONE NO. 081-870 8517 FAX NO. 081-870 1095

کے مکان سے متصل تھا۔ دوسرا زینے سے مسجد تک داخلہ کے لئے اور تیسرا غسل خانہ کی جانب جاتا۔ مسجد کے دونوں دروازوں پر آیت "ان الدین عند اللہ الاسلام"، دورد شریف اور مسجد کے متعلق الہامات درج تھے۔

مسجد کی بالائی منزل

یہ تو مسجد کی اندرونی عمارت کا نقشہ تھا۔ جہاں تک بالائی منزل کا تعلق ہے وہ اس سے بھی سادہ اور مختصر تھی۔ یعنی گوشہ امام والا حصہ چھوڑ کر باقی چھت کے چاروں کونوں پر چار چھوٹے چھوٹے مینار تھے اور وہاں پہنچنے کے لئے سرخی کے نشان والے کمرے کی چھت پر دو سیڑھیوں کا ایک چوبی زینہ رکھا رہتا۔ قیام جماعت کے بعد جب حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ، حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ اور دوسرے بزرگان ملت قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے تو اس کے غربی حصے پر شہ نشین بنا دیا گیا۔ جہاں حضرت اقدس نماز مغرب کے بعد اپنے خدام میں رونق افروز ہوتے اور علم و عرفان کے موتی بکھیرتے تھے۔ یہ پاک اور روح پرور محفل "دربار شام" کے پیارے نام سے یاد کی جاتی تھی۔

مسجد مبارک کی تعمیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی بجائے مسجد مبارک میں نماز ادا فرمانے لگے۔ ابتداء میں اکثر خود ہی اذان دیتے اور خود ہی امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

مسجد کی توسیع

مسجد مبارک کی یہ ابتدائی عمارت چوبیس سال تک اپنی پہلی حالت میں بدستور قائم رہی۔ اس دوران میں صرف یہ خفیف سی تبدیلی کی گئی کہ سرخی کے نشان والا کمرہ جو دو ایک فٹ نشیب میں واقع تھا مسجد کی عام سطح کے برابر کر دیا گیا اور پھر ۱۹۰۷ء میں جنوبی طرف پہلی مرتبہ توسیع کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں اس کے شمال مغربی کونے کا مینار قائم نہ رہ سکا اور دو مینار جنوبی دیوار میں جذب ہو گئے۔ مسجد مبارک کی دوسری مرتبہ توسیع خلافت ثانیہ کے زمانہ میں ۱۹۴۴ء میں ہوئی جس سے مسجد ۱۹۰۷ء کی عمارت سے اپنی فراخی اور کشادگی میں دوچند ہو گئی۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب کی سزا اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے خطابات کی بحالی

نواب صدیق حسن خان صاحب مولوی سید اولاد حسن صاحب قنوجی کے فرزند تھے۔ انہوں نے علوم دینی علمائے یمن و ہند سے حاصل کئے۔ پھر ریاست بھوپال کی ملازمت اختیار کر لی اور بتدریج ترقی کر کے وزارت و نیابت پر فائز ہو گئے یہاں تک کہ ان کا بھوپال کی والیہ شاہجہان بیگم صاحبہ سے ۱۸۷۱ء میں عقد ہو گیا۔ جس کے بعد وہ عملاً ریاست کے فرمانروا بن گئے تھے اور حکومت برطانیہ نے انہیں "نواب والا جاہ، امیر الملک اور معتمد المہام" کے خطابات سے نواز دیا۔ نواب صاحب اپنی شاہانہ ٹھاٹ باٹ اور علو مرتبت میں بھی اسلام کی تحریری خدمت سرانجام دے رہے تھے اور ان کی علمی تصانیف کا چار دانگ عالم میں ایک شہرہ تھا۔ اور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی تو انہیں مجدد وقت تسلیم کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے ان کی اسلامی خدمات پر حسن ظن کرتے ہوئے انہیں "براہین احمدیہ" بھجوائی تھی مگر انہوں نے کتاب پھاڑ کر واپس کر دی اور لکھا کہ "مذہبی کتابوں کی خریداری حکومت وقت کی سیاسی مصلحتوں کے خلاف ہے اس لئے ریاست سے کچھ امید نہ رکھیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب کی یہ صورت دیکھی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے دعا کی کہ جس طرح انہوں نے یہ اوراق چاک کئے ہیں اسی طرح ان کی عزت بھی چاک کر دی جائے۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس واقعہ پر ابھی دو تین سال کا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ۱۸۸۶ء میں اسی حکومت نے جس کی خوشنودی کے لئے انہوں نے براہین احمدیہ کی توہین کی تھی ان پر بعض مقدمات دائر کر دیئے اور وہ جرائم پیشہ انسانوں کی طرح ریاست میں معصوموں کے خون بہانے، سوڈانی مہدی کو امداد بھجوانے اور اپنی مختلف تصانیف میں گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکانے کے سنگین الزامات میں ماخوذ ہو گئے اور حکومت وقت نے ان پر سر لیپل گریفن کا تحقیقاتی کمیشن بٹھا دیا۔ کمیشن کے فیصلہ کے مطابق ان کے نوابی کے خطابات چھن گئے اور یہاں تک بے آبروئی ہوئی کہ خود مسلمانوں کے ایک طبقہ نے حکومت پر زور دیا کہ اس سیاسی مقدمہ میں ان سے ذرہ بھر رعایت روا نہ رکھی جائے اور ان جرائم کی پاداش میں انہیں یا تو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے یا کالے پانی بھجوا دیا جائے۔ حتیٰ کہ خود مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو نواب صاحب کے دفاع میں ایک مبسوط مضمون "اشاعة السنة" میں لکھنا پڑا۔ اور گورنر ڈفرن اور سر لیپل گریفن کے حضور میں نہایت عاجزی کے ساتھ التجا کرنا پڑی کہ وہ نواب صاحب موصوف کے متعلق فیصلے پر نظرثانی کرتے ہوئے ان کا خطاب بحال فرمائیں وہ گورنمنٹ کے حقیقی اور دلی خیر خواہ ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا شمار حکومت انگریزی کے دلی خیر خواہوں اور حقیقی وفاداروں میں ہوتا تھا اور حکومت کی نگاہ میں ان کی شہادت بڑی وقیع اور پختہ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن ان کی یہ اپیل بالکل ناقابل التفات سمجھی گئی

SUPPLIERS OF
CATERING MATERIAL
FOR WEDDINGS,
PARTIES AND OTHER
SOCIAL FUNCTIONS
ABBA
CATERING SUPPLIES
081 574 8275
081 843 9797

اور حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔

جب معاملہ تشویش ناک صورت اختیار کرتا دکھائی دیا تو خود نواب صاحب موصوف نے سرتاپا عجز و انکسار بن کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں درخواست دعا لکھی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت کی خدمت میں انکی خدمات پیش کرتے ہوئے اور دعا کی سفارش کا پیغام بھجواتے ہوئے حافظ محمد یوسف صاحب کو قادیان روانہ کیا۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے جب حاضر ہو کر عرض کیا تو حضرت اقدس نے اولاً دعا سے انکار کر دیا اور براہین احمدیہ کا واقعہ بیان کر کے یہ بھی فرمایا کہ وہ خدا کی رضا پر گورنمنٹ کی رضا کو مقدم کرنا چاہتے تھے اب گورنمنٹ کو راضی کر لیں۔ موحد ہونے کا دعویٰ کر کے ایک زمینی حکومت سے خوف اور وہ بھی دین کے معاملہ میں جس میں خود اس حکومت نے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے۔ اس پر بہت دیر تک تقریر کرتے رہے۔ چونکہ مجھ پر مہربانی فرماتے تھے میں نے پیچھا نہ چھوڑا، عرض کرتا ہی رہا۔ نواب صاحب کی طرف سے معذرت بھی کی آخر حضرت صاحب نے دعا کرنے کا وعدہ فرما لیا اور میں تو اسی غرض کے لئے آیا تھا۔ جب تک آپ نے دعا نہ کر دی اور یہ نہ فرمایا کہ میں نے دعا کر دی ہے وہ توبہ کریں خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے وہ رحم کرے گا۔ حکومت کے اخذ سے وہ بچ جائیں گے۔

اس کے بعد میں نے "براہین احمدیہ" کی خریداری کے لئے نواب صاحب کی طرف سے درخواست کی آپ نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ ہرچند عرض کیا گیا آپ راضی نہ ہوئے۔ فرمایا میں نے رحم کر کے ان کے لئے دعا کر دی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ اس عذاب سے بچ جائیں گے۔ میرا یہ فعل شفقت کا نتیجہ ہے۔ ایسے شخص کو جس نے کتاب کو اس ذلت کے ساتھ واپس کیا میں اب کسی قیمت پر بھی کتاب دینا نہیں چاہتا۔ یہ میری غیرت اور ایمان کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو جو میں نے تحریک کی تھی خدا تعالیٰ کے مخفی اشارہ کے ماتحت اور ان پر رحم کر کے کہ یہ لوگ دین سے غافل ہوتے ہیں براہین کی اشاعت میں اعانت ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ انہیں کسی اور نیکی کی توفیق دے۔ ورنہ میں نے ان لوگوں کو کبھی امید گاہ نہیں بنایا۔ ہماری امید گاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی کافی ہے۔ نواب صاحب سنگین مقدمہ میں پانچ سال تک مبتلا رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق انہیں حکومت کے مواخذہ سے بھی بچا لیا اور ان کے خطابات بھی بحال کر دیئے گئے۔ لیکن افسوس وہ بحالی کی خبر ملنے سے پہلے ہی اس دار فانی سے چل بسے۔

خود حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ واقعہ اس رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ (نواب صاحب موصوف نے۔ ناقل) "بڑی انکسار سے میری طرف خط لکھا کہ میں ان کے لئے دعا کروں۔ تب میں نے اس کو قابل رحم سمجھ کر اس کے لئے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سرکوبی سے اس کی عزت بچائی گئی۔ میں نے یہ اطلاع بذریعہ خط ان کو دے دی گئی اور کئی اور لوگوں کو بھی جو ان دنوں میں مخالف تھے یہی اطلاع دی۔ چنانچہ منجملہ ان کے حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر حال پنشنر ساکن امرتسر اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ ۳۷)

(صفحہ اول سے آگے)

وغیرہ کے بارہ میں سوالات کے سیر حاصل جوابات دیئے اور فرمایا کہ اب میں بہت تفصیل سے یہ سب باتیں بتا چکا ہوں اسلئے آئندہ اس موضوع پر گفتگو کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۱۹ مارچ ۱۹۹۴ء. آج غانا کے احمدی احباب و خواتین و بچوں نے حضور انور کے ساتھ پروگرام میں شمولیت فرمائی۔ تین دوستوں نے سوالات کئے۔ غانین دوستوں نے اپنی مخصوص طرز میں درود و سلام پڑھا اور پرجوش نعرے لگائے۔ ایک خوشخبری کے حوالہ سے (جس کی تفصیل حضور نے اس موقعہ پر بیان نہیں فرمائی) حضور نے حاضرین میں دست مبارک سے مٹھائی تقسیم کی۔ حضور انور نے اعلان فرمایا کہ آئندہ سے اس "بات چیت" کے پروگرام کا نام "ملاقات" ہوگا۔

۲۰ مارچ ۱۹۹۴ء. آج دو انگریز احمدی مسلمان دوستوں نے "ملاقات" پروگرام میں شمولیت کی اور سوالات دریافت کئے۔ ایک سوال زندگی کے بیمہ کے بارہ میں تھا جس کا تفصیلی جواب دیا گیا۔

۲۲ و ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ء. ان دو دنوں میں حضور انور نے ایک نئے اور دلچسپ معلوماتی سلسلہ کا آغاز کیا۔ حضور انور نے ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں بہت سادہ اور آسان فہم طریق پر تاریخی اور اصولی باتیں بتائیں۔ یہ سلسلہ آئندہ بھی وقتاً فوقتاً جاری رہے گا۔

۲۶ مارچ ۱۹۹۴ء. آج کے ملاقات پروگرام میں حضور انور نے کسوف و خسوف اور طاعون کی صورت میں ظاہر ہونے والے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانوں پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور ہدایت فرمائی کہ جن لوگوں کو ان عظیم نشانوں کے ذریعہ قبول احمدیت کی توفیق ملی ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چاہئے کہ معین طور پر اپنے بزرگوں کے حالات و کوائف لکھ کر بھجوائیں۔ بہتر ہوگا کہ حالات لکھ کر مقامی جماعت کے عہدیداروں کی تصدیق بھی ان پر کروالی جائے۔ یہ واقعات اور کوائف براہ راست حضور انور کی خدمت میں بھجوائے جائیں۔

(ع۔م۔ر)

NEW AND SECOND-
HAND SPARES
SPECIALISTS IN
JAPANESE CARS
ALL MODELS
TJ AUTO
SPARES
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851
0708 550 8000